جلد 16 شمارہ 12 ماہ دسمبر 2014ء صفر المظفر 1436ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

الله

صداقت

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاحِ آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مدیر
احمد رضا خان
0321-6400942

معاون مدیر
خالد محمود توحیدی
0300-7374750

نائب مدیر
سید رحمت اللہ توحیدی
0333-4552212

مجلس ادارت

خالد مسعود، ایم طالب
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ✿✿✿ ✿✿✿ سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

درس حدیث: اسلامی آداب کے مطابق دوستی کیسے نبھائیں

(مولانا فضل الرحیم)

﴿عَنْ اِبی ھریرہ رَضَی اللّٰہ عنہ عَنْ قال قال رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ

اَلْمَرُّ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْینظر احد کم من یخالل﴾ (رواہ احمد و ترمذی)

ترجمہ : ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی اس کے مذہب یا اس کی سیرت پر) پس انسان کو دوست بناتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے؟‘‘

انسان جب ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتے ہیں تو پھر ایک دوسرے کے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں کچھ لوگوں کے ذہن اور خیالات ملتے جلتے ہیں تو ان میں ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی ایک دوسرے پر احسان کرنے کی وجہ سے آپس میں محبت اور تعلق پیدا ہو جاتا ہے بس یہیں سے دوستی کا آغاز ہوتا ہے، دوستی کے رشتہ میں سب سے زیادہ نازک چیز دوست کی عزت نفس ہے۔ اگر اس کی عزت کو ٹھیس پہنچ جائے تو پھر دوستی قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اس لئے سب سے اہم بات اسلام نے یہ سکھائی کہ دوستی کا مقصد صرف اللہ ہی کی خاطر دوستی رکھنا ہو۔ کوئی دنیا کا مقصد، کوئی کام نکلوانا اور کوئی مطلب پورا کرنا نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کی خاطر محبت رکھنا اور اللہ ہی کی خاطر دشمنی رکھنا ہے۔‘‘ جب انسان پُرخلوص دوستی رکھے تو اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہاں ہیں وہ لوگ جو میری خوشنودی حاصل کرنے کیلئے آپس میں محبت اور دوستی رکھتے تھے۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا اور آج میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام مومن کے بارے میں یہ ارشاد ہے ’’ہر مسلمان کا دوسرے

مسلمان پر حرام ہے اس کی جان، اس کی عزت اور اس کا مال۔" ایک عام مسلمان کی عزت کا احترام کرنا بھی ضروری ہے تو پھر جس سے انسان خصوصی تعلق رکھتا ہے اس کی عزت کا احترام کتنا ضروری ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بندے کو کسی ایسے موقع پر بے یار و مددگار چھوڑ دے گا جس وقت اس کی بے عزتی ہو رہی ہو اور اس کی آبرو کو نقصان پہنچایا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی مدد نہ کرنے والے شخص کو ایسی جگہ اپنی مدد سے محروم رکھے گا جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا خواہش مند ہوگا اور جو کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد کرے گا جہاں اس کی بے عزتی ہو رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسے موقع پر مدد فرمائے گا جب وہ مدد کا طلب گار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مختلف مقامات میں ان چیزوں سے منع فرمایا جو تعلقات کے ٹوٹنے کا سبب بنتی ہیں۔ خصوصاً سورہ حجرات میں تفصیل سے ان چیزوں کا ذکر فرمایا جن سے دوسرے کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپس میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا۔ ظرافت اور مزاح بھی انسانی زندگی کا ایک حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے جان نثار صحابہ کرام سے مزاح فرماتے تھے۔ لیکن اس کے بھی آداب سکھائے۔ مزاح اس انداز میں ہو کہ دوسرے کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور اس مزاح سے منع فرمایا جو نا گواری اور اذیت کا باعث بنے۔ اللہ تعالیٰ نے آپس کے تعلقات کے لئے دوسری نقصان دہ چیز یہ بیان فرمائی کہ (تم آپس میں ایک دوسرے کو چڑانے کے لئے نام نہ ڈالو)۔ آج کے معاشرہ میں یہ بات بہت عام ہو رہی ہے کہ کسی کے رنگ یا شکل یا کسی خاص عادت کی بناء پر دوسرے انسان کا نام رکھ دیا جاتا ہے یا کسی کے نام یا ذات کو بگاڑ کر نام رکھ دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے اس بات سے خصوصی طور پر منع فرمایا اس میں دوسرے انسان کا دل دکھانا بھی لازم آتا ہے اور اگر اس نام میں دوسرے کی کمزوری کا ذکر ہو تو اس میں طعنہ دینے کا بھی گناہ ہوگا لہٰذا ایک انسان کا کوئی نام صرف اسے چڑانے کیلئے ڈال دیا جائے تو اس میں کئی گناہ اکٹھے ہو جاتے ہیں اور پھر جب سو لوگ اس کو پکاریں گے تو ہر ایک کا گناہ

اس نام رکھنے والے کے ذمہ بھی آئے گا۔اور اگر دوسرا انسان دوست ہوتو یقیناً اس کی عزت نفس مجروح ہوتی رہے گی تیسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ (تم آپس میں عیب جوئی نہ کیا کرو) واقعی یہ عادت آپس کے نقصان اور دوسرے کی عزت نفس کو بگاڑنے میں بڑا اثر رکھتی ہے کہ ایک انسان دوسرے کے عیب اور اس کی برائی کی جستجو میں لگا رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں"۔ پھر فرمایا "اور آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو"۔ یہ وہ سنہری اصول ہیں جن سے ایک اسلامی فلاحی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ جس میں صرف دوست ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان کی عزت کا احساس رکھنا ہوتا ہے۔

احکام اسلام میں دوسرے انسان کی عزت نفس کا اس طرح خیال رکھنے کا حکم ہے کہ سورہ بقرہ میں جہاں محتاجوں کی امداد کا ذکر ہے وہاں ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں کی بھی مدد کرو جو لوگوں سے لپٹ لپٹ کر نہیں مانگتے آپ ان کی پیشانیوں سے پہچان سکتے ہیں حالانکہ لوگ انہیں مالدار سمجھتے ہیں معلوم ہوا کہ ایسے سفید پوش اور عزت کا خیال رکھنے والے لوگوں کی مدد کرنے میں خاص ثواب ہے یہاں مفسرین نے لکھا کہ جب یہ لوگ خود اپنی عزت کا اس قدر خیال کرتے ہیں تو پھر زکوٰۃ صدقات کے ذریعے ایسے لوگوں کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے یہ بتانا بھی ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ یا صدقہ کا پیسہ ہے بلکہ ہدیہ اور تحفہ کہہ کر ان کی مدد کر دی جائے۔ جب انسان کسی سے دوستی کرتا ہے تو پھر اس انسان پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے ذاتی اور نجی مسائل کا تذکرہ بھی کرتا ہے اور ان مسائل کے بارے میں اس سے مشورہ بھی طلب کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ بات اس کے پاس بطور امانت رکھی گئی ہے"۔ اگر دوسرں کے سامنے ان باتوں کا تذکرہ کیا جائے گا تو اس سے دوسرے کی عزت نفس مجروح ہوگی۔ عام انسان کی بھی عزت نفس کا خیال رکھنا ضروری ہے تو پھر دوست کی عزت نفس کا خیال رکھنا تو اس سے بھی زیادہ اہم ہوا اگر معاشرہ میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایک دوسرے کی عزت کا خیال رکھنا شروع کر دیا جائے تو یقیناً تمام افراد ایک جسم کے اعضاء کی طرح ایک دوسرے کے ہمدرد ہونگے۔

آدابِ زندگی

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

خریدو فروخت

سودا خریدنا بھی ایک فن ہے۔ جو لوگ اس فن کو جانتے ہیں ان کے گھر میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ اپنے گھر کا سودا خود خریدنا کوئی عیب نہیں ہے، تمام صحابہ کبار بلکہ سرورِ عالم ﷺ اپنے گھر کا سودا خود خریدتے تھے۔ سودا خریدتے رہنے سے بری بھلی چیز کی پہچان ہو جاتی ہے اور بری چیز گھر میں نہیں آنے پاتی۔ سودا کئی دکانوں پر دیکھ کر اور ہر جگہ سے قیمت پوچھ لینے کے بعد خریدنا چاہئے۔ تجربہ کے بعد کسی ایک دکاندار پر اعتبار ہو جائے تو مستقلاً اسی سے خریدتے رہنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ کچھ اچھا ہی ہے۔ نوکر بہت بے پروائی سے سودا خریدتے ہیں اور اکثر بددیانتی بھی کرتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو کوئی چیز قرض نہ لی جائے، اس میں دام بھی زیادہ جاتے ہیں چیز بھی اچھی اور پوری نہیں ملتی۔ جب کسی دکان پر جاؤ تو جو خریدار پہلے سے کھڑے ہوں، ان کی حق تلفی نہ کرو، پہلے انہیں خریدنے دو، بھیڑ زیادہ ہو تو قطار بناؤ، دکاندار کے ساتھ سختی سے پیش نہ آؤ ،سودا نہ بنے تو آہستہ سے چل دو اور کوئی اور دکان دیکھو۔

دکان دار کو چاہئے کہ گاہکوں کے ساتھ انتہائی خوش اخلاقی اور عزت سے پیش آئے اور خوب سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے انہی کو اس کی روزی کا وسیلہ بنایا ہے، اگر وہ دو باتیں سخت بھی کہہ دیں تو نرمی سے جواب دے۔ مسلمان دکاندار اپنی بداخلاقی کی وجہ سے بہت ہی بدنام ہیں، یہ قوم کے دامن پر بھی کلنک کا دھبہ ہے، اگر کوئی گاہک ان کی بتائی ہوئی قیمت سے کم دام لگاتا ہے تو چراغ پا ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں جاؤ جاؤ جیب میں دمڑے بھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ایک زمانے میں دہلی کے مسلمان جوتے والے اپنی بدتمیزی کے لیے بہت مشہور تھے، چنانچہ ہمارا چشم دید واقعہ ہے

کہ ایک نہایت معزز اور سن رسیدہ صاحب ایک دکان پر تشریف لائے۔دو چار جوڑے دیکھنے کے بعد ایک جوڑے کی قیمت پوچھی،دکاندار نے کہا پچاس روپیہ۔وہ خاموش ہوگئے اور چلنے کا ارادہ کیا،دوکاندار نے کہا آپ بھی تو فرمائیں کیا دیں گے۔خریدار نے جواب دیا،میری رائے میں تو پندرہ روپیہ کا ہے۔اس پر نامعقول دکان دار نے دوسری طرف منہ پھیر کر کہا،لیجئے میں نے منہ پھیر لیا ہے آپ ویسے ہی اٹھا کر لے جائیے۔وہ بے چارے کوئی پردیسی تھے،اس قدر خفیف ہوئے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا اور چلے گئے۔بھلا وہ یا ان کا کوئی دوست اس دکان پر پھر کبھی کیوں آیا ہوگا۔ایسے بدتمیز دکاندار اپنی تجارت کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں،گو محسوس نہیں ہوتا۔دہلی کے جوتے والوں کی اس بدتمیزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے مقابل ہندو جوتے والوں کی کئی دکانیں کھل گئیں اور دیکھتے دیکھتے ان کا کاروبار چمک گیا اور پرانے مسلمان جوتے والوں کا کام ٹھپ ہوگیا۔مسلمان دکانداروں کی ایسی بیہودگیاں ہر روز ہر جگہ دیکھنے میں آتی ہیں۔

کسب معاش

کسب معاش کے عام بڑے ذرائع چار ہیں،زراعت،تجارت،صنعت وحرفت اور ملازمت۔

زراعت: انسانی معاش کا سارا انحصار زمین کی پیداوار پر ہے،اس لئے جہاں تک کسب معاش کا تعلق ہے زرعی زمینوں کی نگہداشت کرنا بنجر زمینوں کو توڑ کر زرعی بنانا انسان کا اوّلین فرض ہے اور کاشتکاری سب سے معزز اور اہم پیشہ ہے۔کسانوں اور کاشتکاروں کو موٹے اور پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھ کر حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے،وہ تمہارے لیے غذا حاصل کرنے کے لئے خود تکلیفیں اٹھا کر تمہیں بھوکا مرنے سے بچاتے ہیں۔زمینوں کی کاشت کے لئے ابھی تک تقریباً ساری دنیا میں زمینداری کا طریقہ جاری تھا اور اکثر ملکوں میں اب تک رائج ہے،یعنی ہزاروں ایکڑ زمین کسی ایک شخص کی ملکیت ہوتی ہے جس سے وہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے غریب کسانوں کو کاشت کے لئے دے کر خود بغیر محنت کیے ان سے معقول لگان وصول کرتا ہے اور حکومت کو نام نہاد مال گزاری

دیتا رہتا ہے۔یہ طریقہ ملک کی زرعی ترقی اور خوش حالی کے لئے بہت مضرت رساں ثابت ہوا ہے ، کیونکہ اس طرح ملکی دولت کا بڑا حصہ صرف چند آدمیوں کے قبضہ میں چلا جاتا ہے اور آبادی کی کثیر تعداد مفلوک الحال ہو جاتی ہے ۔اس لئے کئی ملکوں نے طریقہ زمینداری کو ختم کر کے تمام زمین کو قومی ملکیت قرار دے دیا ہے اور کاشت کار محض مزدور کی حیثیت سے کام کرتے ہیں ۔ دوسرے ممالک میں بھی اس طریقہ کو رائج کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے ۔ ہماری رائے میں یہ طریقہ بھی کامیاب نہیں رہے گا ۔اس میں دو نقص ہیں ،ایک تو حکومت کے عمال جن کا واسطہ کاشتکاروں سے پڑتا ہے عام طور پر متدین نہیں ہوتے ، وہ کاشتکاروں پر زمینداروں سے بھی زیادہ ظلم ڈھاتے ہیں ۔دوسرے کاشت کار یہ سمجھ کر کہ میں صرف مزدور ہوں ، زمین کی نگہداشت اور زراعت کی ترقی میں خاطر خواہ دلچسپی نہیں لیتا ۔اس لئے سب سے اچھا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ زمین خود کاشت کریں ، ان کو ان کے کنبے کے افراد کی تعداد کے لحاظ سے زمین کسی لمبی مدت کے لئے ٹھیکے پر یا بطور ملکیت دوام دے دی جائے ،لیکن شرط یہ رکھی جائے کہ اگر کسی وقت کنبہ کے افراد کی تعداد کافی کم یا زیادہ ہو گئی تو اسی نسبت سے زمین کی مقدار بھی کم یا زیادہ کر دی جائے گی ۔کاشت کار کو اس کام میں سہولت اور مدد بہم پہنچانا حکومت کا فرض ہے محکمہ زراعت اور محکمہ انہار کا فرض ہے کہ وہ ہر کاشتکار کو نئے قسم کے ہل ،ٹریکٹر ، سائنٹیفک کھاد ، کیڑوں کو مارنے والی دوائیں ، عمدہ قسم کے بیج بہم پہنچائیں اور آبپاشی کا آسان اور کافی بندوبست کریں ۔اس بات کا بھی بندوبست ہونا چاہئے کہ کاشت کار غلہ اور جنس اٹھانے کے بعد مہنگا بیچنے کے خیال سے ایک غیر مناسب عرصہ تک ذخیروں میں چھپا کر نہ رکھ پائیں ۔

تجارت : تجارت کسب معاش کا بہت ہی معزز اور منفعت بخش ذریعہ ہے ۔تاریخ شاہد ہے کہ جس قوم نے تجارت میں ترقی کی وہ آخر کار تخت حکومت پر بھی قابض ہو گئی ۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دس حصوں میں سے نو حصہ رزق تجارت میں ہے ،اس لئے تم تجارت ضرور کرو ۔

تجارت میں سفر لازمی ہے اور سفر ہی سے انسان کو عقل، تجربہ اور دنیا کے حالات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ تجارت ہی کی وجہ سے طرح طرح کی آرام دہ اور تیز رفتار سواریاں ایجاد ہوئیں۔ مسلمان جب تک تجارت پر قابض رہے دنیا پر ان کا سیاسی اقتدار بھی قائم رہا۔ جب تجارت غیروں کے ہاتھ میں گئی، سیاسی اقتدار و طاقت بلکہ حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

ہندوؤں نے ہمارے دیکھتے دیکھتے پچاس برس میں وہ ترقی تجارت میں کی کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکال باہر کیا۔ مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ پھر ترقی کریں تو تجارت کے میدان پر قبضہ کئے بغیر چارہ نہیں۔ تجارت میں کامیابی کے لئے عقل، سمجھ بوجھ، دیانت داری اور سخت محنت کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے تاجر اپنی اور دوسرے ملکوں کی منڈیوں کی ضروریات اور دیگر حالات سے پوری طرح باخبر رہیں۔ معاملہ کی صداقت اور خوش اخلاقی کا معیار اتنا بلند ہونا چاہئے کہ جو آدمی ایک مرتبہ تم سے اپنا معاملہ طے کر لے پھر کہیں اور نہ جانے پائے۔ تجارت میں بے ایمانی اور دغا بازی کرنے والے اپنی قوم اور ملک کے دشمن ہیں۔ تجارت تو ساکھ پر چلتی ہے اور ساکھ محض معاملات کی صداقت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ مسلمان جو تین سو برس پہلے دنیا کے بہترین تاجر تھے اب تجارت کے میدان میں طفلِ مکتب ہیں۔ ان کا اصول یہ ہے کہ ایک ہی خریدار سے اتنا نفع لے لو کہ دن بھر کے لئے کھانے کو مل جائے، یہ اصول غلط ہے۔ تجارت میں کامیابی کا اصول یہ ہے کہ نفع کم لو، مال اچھا دو تا کہ خریداروں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔ چور بازاری کرنے والے ملک اور قوم کو تباہ کرتے ہیں، مگر اس میں ان کا اتنا قصور نہیں جتنا ان حکومتوں کا ہے جو ان تباہ کاروں کو سخت اور عبرت انگیز سزائیں نہیں دیتیں۔

سوانح حیات قبلہ حضرت عبدالستار خانؒ

(مرتب: ماجد محمود توحیدی از مرکز تعمیر ملت)

اسم گرامی:

آپؒ کا اسم گرامی 'عبدالستار خان' اور قوم 'اعوان' تھی۔ بنوں کے رہنے والے تھے۔

پیدائش، خاندانی پس منظر:

آپؒ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۷ بروز جمعرات بنوں کے ایک محلّہ 'میلاد پارک' میں حاجی علی محمد صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔

آپؒ کے آباؤ اجداد قطب شاہی اعوان تھے اور ضلع میانوالی کے قریب ایک گاؤں ''پائی خیل'' میں آباد تھے۔ آپؒ کے والد گرامی جناب حاجی علی محمد صاحب اپنے ایک بھائی عبداللہ اعوان کے ساتھ پائی خیل سے ترک سکونت کر کے بنوں آ گئے اور بنوں کے محلّہ 'میلاد پارک' میں مستقل رہائش پذیر ہو گئے۔

آپؒ کے گھرانہ کا ماحول مذہبی تھا۔ ان کا دینی اور دنیاوی تعلیم سے کوئی گہرا تعلق نہ تھا مگر عمومی تعلیم اور دین کا بنیادی فہم ضرور موجود تھا۔ آپؒ کے والد گرامی بنوں کے ایک سکول میں استاد تھے۔ آپؒ کے دو بھائی اور چھ بہنیں تھیں۔ سب بہنیں بڑی تھیں، ایک بھائی بڑے اور ایک چھوٹے تھے۔ بڑے بھائی بنوں میں گھڑیوں کے کاریگر تھے۔ جب آپؒ بنوں سے لاہور آئے تو بڑے بھائی بنوں میں ہی رہے اور وہیں وفات پائی۔ چھوٹے بھائی لاہور آ گئے اور آپؒ کے ساتھ ہی ماڈرن کمفرٹس (Modern Comforts) میں سیلز مین (Sales man) رہے۔ انہوں نے ڈیلائیٹس (Delights) والوں کے ساتھ بھی کام کیا۔ آپؒ کے یہ بھائی

آستانہ عالیہ توحیدیہ کی تعمیر کے بعد آستانہ عالیہ توحیدیہ پر بھی مقیم رہے۔ آستانہ عالیہ توحیدیہ رہائش کے دوران ہی ان کے گھر دو صاحبزادوں کی پیدائش ہوئی۔ اس کے بعد یہ ٹاؤن شپ لاہور ایک کرائے کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ بعد ازاں لاہور سے راولپنڈی چلے گئے جہاں حرکتِ قلب کی بندش ان کی وفات کا سبب بنی۔

بنوں میں آپؒ کا گھر 'شانتی بھون' تھا۔ 'بھون' ہندوستان کی پارلیمنٹ کو کہا جاتا ہے۔ شانتی بھون میں آپؒ کے ساتھ آپؒ کے دیگر عزیز و اقارب بھی رہتے تھے۔ آپؒ کی شادی محترمہ نور جہاں سے ہوئی۔ محترمہ نور جہاں شیخ تھیں۔ ان کی والدہ ہندو تھیں جنہوں نے تقسیم ہند کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ وہ بہت جرأت مند خاتون تھیں، گھڑ سواری کرتی تھیں۔ محترمہ نور جہاں کی تربیت میں ماں کی ہندوانہ رسوم و رواج کا بھی دخل تھا۔ اس گھر میں جادو ٹونہ پر بہت زیادہ یقین کیا جاتا تھا۔ ۱۹۵۳ میں آپؒ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام 'امّ کلثوم' رکھا گیا۔ محترمہ نور جہاں بذاتِ خود بھی ایک سلیقہ مند خاتون تھیں۔ آپؒ کی بیٹی امّ کلثوم کی شادی غلام رسول شاہد سے ہوئی جو فیصل آباد کے محلّہ 'ملت کالونی' کے رہائشی اور پاک فضائیہ میں سکواڈرن لیڈر تھے۔ شادی کے بعد غلام رسول شاہد آستانہ عالیہ توحیدیہ پر ہی آباد ہو گئے۔

دینی و دنیاوی تعلیم:

آپؒ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ تاہم دین کے بنیادی فہم کے حامل تھے۔ قرآن پاک ناظرہ ہی پڑھا تھا۔ آستانہ عالیہ توحیدیہ پر رہائش کے اولین ادوار میں آپؒ کے دو بھتیجوں عمران اور کامران کو قرآن پاک پڑھانے کیلئے قاری آیا کرتا تھا جس سے آپؒ نے ناظرہ قرآن پاک پڑھ کر اپنی قرأت اور تلفظ کو درست کیا۔

ملازمت:

آپؒ میٹرک کے بعد پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔ پاک فوج کی اس ملازمت پر تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ ملازمت کو چھوڑ آئے۔ اس کے بعد بنوں وولن ملز، بنوں میں ملازمت سے اپنی عملی زندگی کا باقاعدہ آغاز کیا۔ اکتوبر ۱۹۶۴ میں بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ساتھ بنوں سے لاہور روانگی کے وقت آپؒ اسی بنوں وولن ملز بنوں میں بطور سپرنٹنڈنٹ اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ جب آپؒ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ساتھ بنوں سے لاہور آئے تو ان دنوں میاں محمد علیؒ نے ماڈرن کمرشل کے نام سے اپنا کاروبار شروع کیا ہوا تھا۔ میاں محمد علیؒ نے آپؒ کو یہاں ماڈرن کمرشل میں بطور کیشئر (Cashier) ملازمت دے دی۔ ماڈرن کمرشل میں آپؒ کے فرائض میں کمپنی کے کھاتہ جات کا مکمل ریکارڈ رکھنا، رقوم کی آمد، اخراجات، ایل سی کے معاملات، اور دیگر بنک وغیرہ کے معاملات شامل تھے۔ آپؒ میاں محمد علیؒ کی ذاتی گاڑی پر ان کے ساتھ دفتر آتے، صبح سے شام تک کام کرتے، اور واپسی پر ان کے ساتھ گھر جاتے۔ آپؒ کی ماڈرن کمرشل میں یہ ملازمت ۱۹۷۳ میں بانیٔ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ساتھ آستانہ عالیہ توحیدیہ منتقل ہوجانے کے بعد تقریباً ایک سال تک جاری رہی۔ آپؒ کے ساتھ میاں محمد انور بھی ماڈرن کمرشل میں ملازم تھے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے دونوں حضرات کو ماڈرن کمرشل سے ملازمت چھڑوا دی۔

کاروبار:

آپؒ نے کسی شراکت داری پر اپنا کاروبار شروع کرنا چاہا۔ کاروباری شراکت داری کا ایک منصوبہ حضرت عبدالستارؒ اور جناب میاں محمد انور کے درمیان 'عصمت انجینئرنگ ورکس' (ASMAT Engineering Works) کے نام سے بنایا گیا۔

'عصمت' (ASMAT) سے مراد 'عبدالستار' اینڈ میاں انور ٹریڈرز' تھا جو دونوں شراکت داروں کے ناموں کی عکاسی کرتا تھا۔ یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے ملاقات:

آپؒ نے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے ملاقات کے بعد تصوف کی دنیا میں قدم رکھا۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ بنوں وولن ملز بنوں کے مینیجر (Manager) ظفر صاحب کے گھر رہائش پذیر تھے۔ یہاں آپؒ کی محفل خوب سجا کرتی تھی۔ آپؒ کی مجالس میں روحانی کیفیات و معاملات خوب ہوتے تھے۔ تھوڑے ہی وقت میں یہاں آپؒ کی بزرگی کا خوب چرچا ہو گیا۔ قرب و جوار میں سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہاں ایک بزرگ ہستی رہائش پذیر ہیں۔ آپؒ کی پہلی ملاقات بانئ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے ظفر صاحب کے گھر پر ہوئی۔ مزید تعارف وہاں قریب ہی ایک خاتون کے گھر ہوا۔ اس خاتون کو بہت کچھ نظر آتا تھا۔ یہ نظر آنے والی چیزوں کو بیان بھی کرتی تھی۔ یہ خاتون انگریزی نہیں جانتی تھی مگر انگریزی بول لیتی تھی۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بیعت:

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی جنوری ۱۹۵۵ میں بنوں مستقل سکونت کے ساتھ ہی آپؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بطور طالب تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ آپؒ کو چھ ماہ تک طالب رکھنے کے بعد ۵ اگست ۱۹۵۵ کو اپنے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بیعت فرمایا۔ آپؒ نے بیعت کے بعد سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر ذوق وشوق سے عمل کیا۔ ذکر اذکار خوب کیے اور کبھی کسی صورت ذکر اذکار میں ناغہ نہ کیا۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے جنوری ۱۹۶۱ میں آپؒ کو دیگر کچھ مجازین کرام کی طرح اپنا مجاز روحانی مقرر کرتے ہوئے تحریری پروانہ جاری فرمایا۔

بانیٔ سلسلہؒ کی صحبت :

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شانتی بھون پر رہائش کے بارے میں عبدالستارؒفرماتے تھے کہ ''قبلہ انصاری صاحبؒ ۱۹۵۷ میں میرے ساتھ میری رہائش گاہ پر آئے اور پھر میرے ساتھ شانتی بھون میں ہی رہے۔'' بعد ازاں ۱۹۶۲ میں حضرت عبدالستارؒ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ قبلہ انصاری صاحبؒ کے مکان 746/C واقع محلّہ قصاباں شفٹ ہو گئے اور خدمت پر مامور رہے۔ آپؒ نے قبلہ انصاری صاحبؒ کے بنوں قیام کے دوران تقریباً 9 سال تک اپنے اہل خانہ کے ہمراہ ان کی خدمت کی۔ ۱۹۶۴ میں قبلہ انصاری صاحبؒ آپؒ کو اور آپؒ کے اہل خانہ سمیت اپنے ساتھ لاہور لائے۔ آپؒ ۲۴ جنوری ۱۹۷۷ تک یعنی قبلہ انصاری صاحبؒ کے وصال تک ان کے ساتھ رہے۔ آپؒ نے بانی سلسلہؒ کے ساتھ بائیس (۲۲) سال کا طویل عرصہ گزار کر ان کے روحانی فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتے رہے اور سلوک طے کیا۔

شخصیت اور عمومی مزاج:

آپؒ کی شخصیت، عمومی مزاج، اور معاملاتِ زندگی کا عکس سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں مثبت اور منفی دونوں طرح سے نمودار ہوا۔ آپؒ ملنسار، دوست مزاج، اور بہت سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے۔ فضول بات بالکل نہیں کرتے تھے۔ مزاج میں ہمدردی، شفقت، اور پریم کا خاص دخل تھا۔ کبھی کبھار کسی موضوع پر سیر حاصل گفتگو کرتے۔ بحث و مباحثہ کی آپؒ کی شخصیت میں کوئی جھلک نہ تھی۔ دوسرے لوگوں کی باتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا ظرف اور حوصلہ رکھتے تھے۔ آپؒ نے کبھی کسی فرد کی بات پر فوراً ردِّعمل ظاہر نہیں کیا۔ غصہ پر مکمل کنٹرول تھا۔ ساری زندگی میں دو چار مرتبہ ہی آپؒ کو غصے میں دیکھا گیا۔ اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی آپؒ کی چیزوں کو چھیڑے یا ترتیب دے۔ آپؒ کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ کسی کو بھی حتیٰ کہ گھر میں کام

کرنے والوں کو کبھی بھی بلند آواز سے نہ جگاتے تھے بلکہ سرہانے سے ہلکی آواز دیتے تھے۔ آپؒ درود شریف بہت زیادہ پڑھتے تھے۔ رات کو قوالی سننا آپؒ کا معمول تھا۔ آپؒ کی پسندیدہ ترین قوالی یہ تھی۔ میں نیواں میرا مرشد اُچا-------

آپؒ بانی سلسلہ قبلہ انصاری صاحبؒ کے ساتھ رہتے ہوئے ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور ادب و احترام کا ایک مثالی نمونہ تھے۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپؒ نے بانی سلسلہؒ کے بلانے پر ان کے پاس آنے میں کچھ دیر کی ہو یا انہیں نظر انداز کیا ہو۔ سب کام چھوڑ کر فوراً آجاتے۔

خلافت کیلئے تقرری اور بیعت خلافت:

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ کنونشن اپریل ۱۹۶۸ کو پرنس ہوٹل لاہور میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر آپؒ کو سٹیج پر بلایا گیا۔ آپؒ نے ایک انتہائی مختصر خطاب میں سالانہ اجتماع کی افادیت پر بات کی۔

سالانہ خطبہ کے بعد بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے آپؒ (حضرت عبدالستارؒ) کی اپنے جانشین خلیفہ کے طور پر نامزدگی کا اعلان کیا اور تمام مریدین کو حکم دیا کہ وہ آپؒ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کریں کہ عبدالستار خانؒ روحانی مراتب اور اخلاقی بزرگی میں مجھ سے کسی طرح کم نہیں۔ اگر آپ کو میری دی ہوئی تعلیم سے محبت ہے تو آپ سب کو میرے اس حکم کی تعمیل میں آج ہی اِن کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا ہوگی۔ مجھے کامل یقین ہے کہ آپ نہ صرف میری زندگی میں بلکہ میرے مرنے کے بعد بھی پوری خوشی اور خلوص کے ساتھ حلقہ کو مستحکم سے مستحکم تر بنانے میں صاحبِ موصوف کے ساتھ پورا پورا تعاون فرمائیں گے۔ حاضرین نے آپؒ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ اس موقع پر مجازین کرام میں سے جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ، جناب الحاج محمد مرتضیٰ صاحب، جناب شیخ علی اصغر صاحبؒ، اور جناب عابد علی صاحب نے آپؒ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر کے خلافت کے اس

فیصلے کو کماحقہ تسلیم کیا جبکہ جناب چوہدری غلام قادر صاحب، جناب راجہ علی اکبر صاحب، جناب قاضی غیور احمد انصاری صاحبؒ، اور جناب سید عطاء اللہ شاہ صاحبؒ نے خلافت کی بیعت نہ کی۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے استفسار پر انہوں نے بیعت نہ کرنے کی اپنی اپنی وجوہات بیان کر دیں۔ بعد میں جناب عابد علی صاحب نے بھی کہہ دیا کہ میں انہیں خلیفہ نہیں مانتا۔ ملک بخشیش الٰہیؒ ۱۹۶۶ میں ہی اس سے قبل وفات پا چکے تھے۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اپنی عمومی بات چیت میں بھی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو مستحکم سے مستحکم تر دیکھنے کے خواہاں تھے۔ ۱۹۷۵ کے سالانہ کنونشن ملتان کے موقع پر حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے مجازین کرام اور چند سرکردہ لوگوں کو اپنی آرام گاہ میں بلایا، آپؒ بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے فرمایا کہ "میں بلڈ پریشر کا مریض ہوں، کئی اور دیگر عوارض میں مبتلا ہوں، کسی وقت بلاوا آ جائے، میری زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ میں نے آپ لوگوں کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ لوگ عبدالستار خانؒ سے تعاون کریں۔ آپ تعاون کریں گے تو انشاء اللہ حلقہ خوب بڑھے گا۔" یہ باتیں سن کر حاضرین غمگین ہو گئے کہ آپؒ جانے کی بات کر رہے ہیں۔ حاضرین پر سکتہ طاری ہو گیا۔ مزید فرمایا کہ

"آپ نے کوئی بات پوچھنی ہے تو پوچھیں۔" اس پر سوز ماحول میں کسی نے کیا بات پوچھنی تھی۔ تجمل حسینؒ نے صرف خاموشی توڑنے کیلئے پوچھا۔ "قبلہ! آپ ایک رسالہ جاری کرنے کی بات کرتے ہیں۔ اس کا کوئی پروگرام ہے؟"

ان کے جواب میں حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا۔

"چھوڑو جی تجمل صاحب! آپ ہی میرے رسالے ہیں سارے، بنا دیا آپ کو، آپ کام کریں، رسالے بھی بنتے رہیں گے۔"

نائب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تقرری :

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کو حضرت عبدالستارؒ کی شخصی کمزوریوں کا پوری طرح سے ادراک تھا۔ آپؒ جانتے تھے کہ جو صلاحیتیں اہلِ دنیا کی تسلی و تشفی کیلئے درکار ہیں ان ظاہری صلاحیتوں کا آپؒ کے نامزد کردہ خلیفہ و جانشین میں فقدان ہے۔ اسی لئے اس کمی کو پورا کرنے کیلئے انہوں نے پروفیسر محبوب احمد فرید ترمذیؒ کو نائب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ مقرر کیا اور فرمایا کہ

''خان صاحبؒ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں مگر میرا سلسلہ تو پڑھے لکھے لوگوں کا ہے۔ پروفیسر صاحبؒ کو نائب شیخ بنایا ہے تا کہ پڑھے لکھے لوگوں کو مطمئن کر سکیں۔''

تربیت بطور خلیفہ:

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی عمر کے آخری سال آپؒ کی تربیت اس انداز سے کی کہ آپؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا انتظام و انصرام سنبھال سکیں۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا اکاؤنٹ مسلم کمرشل بنک مال روڈ برانچ میں تھا۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے بنک کے معاملات آپؒ کو سونپ کر اپنی نگرانی میں چلوائے۔ آپؒ مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے چیک لے جاتے اور بنک میں جمع کراتے، وہاں سے رقوم لا کر بانی سلسلہؒ کو دیا کرتے تھے۔

آپؒ کی بطور شیخ تربیت کے ایام میں بانی سلسلہؒ رقوم کے حسابات خود لکھتے مگر اخراجات آپؒ سے کراتے تھے۔ مریدین سلسلہ کی خدمت بھی آپؒ کے سپرد تھی۔ کمزوری اور صحت کی خرابی کے ایام میں کچھ حلقہ جات کے دورہ جات بھی آپؒ سے کرائے۔ ان دنوں حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے راولپنڈی، پشاور، اور میانوالی کے دورہ جات پر آپؒ کو بھیجا۔ آپؒ اگرچہ سلسلہ کے زیادہ تر امور سنبھال چکے تھے مگر مریدین سے بات چیت اور وعظ و نصیحت

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ خود ہی کرتے تھے۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی زندگی میں خلافت کے ابتدائی سالوں میں آپؒ نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی ہدایت پر کئی مقامات کے دعوتی و تبلیغی دورے کیے۔ آپؒ کے دورہ جات کا سلسلہ قبلہ انصاری صاحبؒ کی زندگی میں باقاعدگی سے ۱۹۷۵ میں شروع ہوا اور ان کی وفات کے بعد تھوڑی دیر ہی جاری رہا۔ ان دورہ جات میں آپؒ فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، مانسہرہ، کوہاٹ، اور کراچی بھی گئے۔ پشاور میں سرتاج احمد خان کے ہاں قیام ہوتا تھا۔ راولپنڈی اور اسلام آباد کے دورہ جات میں میزبانی کا شرف الحاج محمد مرتضٰی صاحب کو، اور سرگودھا میں راجہ خضر حیاتؒ کو حاصل ہوتا تھا۔ اسی طرح کوہاٹ میں کرنل نور محمد کے پاس رہتے تھے۔ آپؒ ملاقات کیلئے آنے والوں کو ذکر اذکار کا طریقہ بتادیتے تھے۔

تجدید بیعت بطور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ :

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تجہیز و تکفین کے بعد آپؒ آستانہ عالیہ توحیدیہ کے برآمدہ میں جلوہ افروز ہوئے اور مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی مسند پر تجدید بیعت لی۔ تجدید بیعت کا یہ سلسلہ کافی دیر جاری رہا۔ مجازین کرام میں سے اس موقع پر قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ، الحاج محمد مرتضٰی صاحب، اور شیخ علی اصغرؒ نے بیعت کی۔ باقی مجازین کرام نے بیعت نہ کی۔ جب عبدالستار خان صاحبؒ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بنے تو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تاریخ میں ایک منفرد دور کا آغاز ہوا۔ شیخ سلسلہ بننے کے بعد آپؒ نے شجرہ خاندان عالیہ توحیدیہ میں اپنا نام ان الفاظ میں درج کیا۔

؎ بہ لطفِ تو کہ ہا عبدالستار است

تو رحمٰن ولطیف و کردگار است

معاملات سلسلہ عالیہ توحیدیہ:

آستانہ عالیہ توحیدیہ پر تمام معاملات میں آپؒ کے ساتھ ساتھ آپؒ کی بیگم صاحبہ محترمہ نورجہاں کا خاصا عمل دخل اور انتظامی احکامات نظر آنے لگے۔ آپؒ کا ٹاؤن شپ لاہور میں ایک کنال کے رقبہ پر ذاتی گھر تھا جہاں انجینئر مریدین جو لیبیا سے واپس آئے تھے، وہ کرائے پر رہا کرتے تھے۔ آپؒ کا یہ مکان فی الفور خالی کرالیا گیا۔ اہل خانہ کی طرف سے اس گھر میں خاصی تعمیرات اور آرائش و زیبائش کرائی گئیں۔ فقیرانہ اور درویشانہ طرزِ زندگی رخصت ہو گیا۔ چند لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا اندازِ زندگی نہ تھا، مگر تمام معاملات جوں کے توں رہے۔

آپؒ کے مہمانوں اور مریدین سے ملنے کے اوقات ویسے ہی رہے جیسے بانی سلسلہؒ کے تھے۔ تواضع اور خدمت کے امور میں بھی کوئی خاص فرق نہ آیا۔ مہمان حضرات جنہوں نے رات کو آستانہ عالیہ توحیدیہ پر قیام کرنا ہوتا ان کے آرام کا خود خیال رکھتے۔ ان مہمانوں کے پاس جا کر سونے سے پہلے خود احوال دریافت کرتے۔ رات کی محافل دس بجے رات تک جاری رہتیں۔ ان محافل میں بھی مریدین سلسلہ ہی گفت و شنید کرتے۔ آپؒ ان محافل میں زیادہ تر کوئی بات نہ کرتے تھے۔ کبھی کبھی ذکر اذکار کا طریقہ بتاتے تھے، مزید آپؒ کی طرف سے دعوت و تبلیغ کی باتیں نہیں ہوتی تھیں۔ دعا کراتے تو بہت لمبی دعا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپؒ اپنے معمول سے ہٹ کر ذرا تفصیل سے بات کرتے مگر یہ موضوعات کچھ محدود اور مخصوص ہی تھے۔ جب ملنے والے آتے اور سیاسی شخصیات کے بارے میں پوچھتے تو فرماتے کہ ''یہ لوگ CIA کے ایجنٹ ہیں۔ امریکہ کے بارے میں بیانات دیتے رہتے ہیں۔''

ایک صاحب امریکہ سے آئے تھے یہ بھی مرید ہو گئے۔ آستانہ عالیہ توحیدیہ پر ان کی

طبیعت خراب ہوگئی، انہیں ہسپتال لے جایا گیا مگر جانبر نہ ہو سکے۔ ہسپتال سے میت آستانہ عالیہ تو حیدیہ لائی گئی مگر اسے آستانہ عالیہ تو حیدیہ سے باہر ہی رکھا گیا جہاں سے ان کے عزیز و اقارب لے گئے۔ آپؒ نے بعد میں فرمایا کہ ''یہ بندہ CIA کا ایجنٹ تھا، معلوم نہیں کیا کرنے آیا تھا۔ میں پریشان ہو رہا تھا، چلیں اللہ نے اسے اٹھا ہی لیا۔ یہ کسی مشن پر تھا کئی لوگ اس کے پیچھے آ رہے تھے۔'' آپؒ انٹیلی جینس (Intellegence) کے تبادلوں کے بارے میں بتاتے تھے کہ ''یہ مزاروں پر اور خانقاہوں پر معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ آستانہ عالیہ تو حیدیہ پر کوئی بات کریں تو سیاسی موضوع پر بات نہ کریں، ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔''

آپؒ ٹائم اینڈ سپیس (Time and space) پر سیر حاصل گفتگو کرتے تھے۔ ایک ملاقات میں ایئر کموڈور (ر) اعجاز الدین صاحب ایک اور مرید کے ساتھ آئے تو وزن (Weight) پر بات ہوئی۔ آپؒ نے کشش ثقل (Gravitational force) کے بارے میں بتایا تو سامع نے سوال کیا کہ آپؒ کی تعلیم کیا ہے؟ اسے آپؒ نے یہی جواب دیا کہ یہ تو مرشد کی عطا ہے۔ آپؒ سرد جنگ (Cold war) پر بھی بات کرتے تھے۔ ضیاء الحق کے بارے میں کہا کہ ''اس بندے نے رشیا (Russia) والوں کو ٹھڈا ڈال رکھی ہے۔ وہ بڑے پریشان ہیں مگر اس میں امریکہ کا اپنا مفاد ہے۔ مسلمان! ان کے پاس سارے وسائل ہیں، اگر ایک جگہ جمع ہو جائیں تو یہ دنیا کی بہت بڑی طاقت بن سکتے ہیں۔''

حلقہ کے بارے میں فرماتے کہ

''قبلہ حضورؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) کے بڑے خواب تھے۔ ہمیں جو ڈیوٹی انہوں نے دی ہے ہم اسے نبھا رہے ہیں۔ اس کے بعد اور لوگ آئیں گے اور وہ اپنی ڈیوٹی دیں گے۔ اس وقت روئے زمین پر ہمارے حلقہ سے بہتر کوئی حلقہ نہیں ہے۔ ہم نے اپنی بساط

کے مطابق جو کرنا تھا کیا ہے۔ آنے والے لوگ بہت زیادہ کام کریں گے۔''

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں عام اور روایتی پیری فقیری کا رنگ کافی نمایاں ہوتا گیا۔ وہ سنہری روایات جو بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی زندگی میں مستحکم کیں، وہ آہستہ آہستہ معدوم ہوتی چلی گئیں اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ طریقتِ توحیدیہؔ جسے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منشور کی حیثیت حاصل تھی، اسے بھی پس پشت ڈال دیا گیا۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے معاملات غیر روایتی کے ساتھ ساتھ غیر دستوری طور پر چلانے میں بھی کوئی عار نہ سمجھی گئی۔ طریقتِ توحیدیہؔ کو ایک دستور کی بجائے ایک عام ہدایت نامہ سمجھا اور کہا جانے لگا۔

مزار پر اجتماعی پروگرامات:

سالانہ کنونشن ماہِ اپریل میں ہوا کرتا تھا جسے ختم کر دیا گیا۔ سالانہ کنونشن کے متبادل بانی سلسلہ قبلہ انصاریؒ کی برسی منائی جانے لگی۔ برسی کے ایام میں مزار شریف پر اجتماعی حاضری، گل پاشی، ختم شریف اور دیگر تقریبات کا آغاز ہو گیا۔ ان حالات و واقعات کا آغاز بانی سلسلہؒ کی تجہیز و تکفین کے بعد تجہیز و تکفین کیلئے باقاعدہ چندہ اکٹھا کرنے کے اعلان سے ہوا۔ برسی پر آستانہ عالیہ توحیدیہ پر کبوتر آزاد کرنے کی تقریب ہوئی اور روقت کے ساتھ ساتھ تعلیمات توحیدیہ سے دوری ہوتی گئی۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ہمیشہ قبروں پر اجتماعی پروگرامات بشمول اجتماعی فاتحہ کا پروگرام، منظم گل پاشی اور حاضری کی بھرپور مذمت کی اور سخت ناپسند کیا۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ انفرادی سطح پر بھی قبروں پر مکروہ اور شرکیہ افعال کا مرتکب ہونے سے منع فرماتے تھے اور خالص اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع اور قرآن و سنت کے مطابق توحید کی تعلیم دیتے رہے۔

شیخ سلسلہ پر اعتماد کا فقدان:

حضرت عبدالستارؒ نے سلسلہ عالیہ کے اثاثہ جات، آمدن و اخراجات کے گوشوارے جاری کرنا ترک کر دیے۔ تمام تر آمدن و اخراجات غیر منظم و غیر تحریری انداز میں شروع ہوگئے۔ نائب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ پروفیسر محبوب احمد فرید ترمذیؒ کیلئے ایسے حالات پیدا کر دیے گئے کہ نائب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے فرائض تو درکنار، ان کا آستانہ عالیہ پر آنا بھی دشوار ہوگیا۔ ان حالات میں خلوص و محبت اور مہر و وفا کے پیکر توحیدی حضرات کی ایک بڑی تعداد کنارہ کش رہی یا کر دی گئی۔ تیزی سے زوال پذیر ہونے والے اعتماد کی وجہ سے آپؒ باقاعدگی سے ہر سال پاکستان کے تمام حلقہ جات کا دورہ بھی نہ کر سکے۔ اسطرح حلقہ جات کے سالانہ دوروں کا سلسلہ بہت جلد منقطع ہوگیا۔

آستانہ عالیہ توحیدیہ پر تعمیرات:

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے ان تمام تر دگرگوں حالات کے باوجود آپ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کیلئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں ان میں سے ایک تو آستانہ عالیہ توحیدیہ کی توسیع ہے۔ آپؒ کے دور میں مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر یہ محسوس کیا گیا کہ آستانہ عالیہ توحیدیہ میں مزید تعمیرات کی جائیں۔ آپؒ نے سب سے پہلے دو ہال تعمیر کرائے۔ ان دونوں ہالز کا مصرف سوچا جانے لگا۔ سالانہ اجتماعات کے علاوہ روزمرہ استعمال کیلئے یہ تجویز آئی کہ آستانہ عالیہ توحیدیہ پر ہر روز بلاناغہ حلقہ ذکر کیا جائے۔ آپؒ نے اس کی اجازت دے دی۔ آستانہ عالیہ توحیدیہ پر ہر روز بعد از نماز مغرب حلقہ ذکر کرایا جانے لگا۔

اشاعت و طباعت کتب:

آپؒ کے دیگر دعوتی و تبلیغی کارہائے نمایاں میں سے بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

کی تصانیف کی وسیع پیانے پر طباعت ہے۔عائشہ باوانی ٹرسٹ میں ہمارے ایک پیر بھائی خلیل غوری صاحب کا رابطہ تھا۔ان کی خصوصی کاوش سے عائشہ باوانی ٹرسٹ کراچی نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی کتب مفت پرنٹ کیں۔ان کی بھرپور معاونت سے کتب کی اشاعت خوب ہوئی۔آپؒ ہی کے دور میں پروفیسر محمد علی نجیب، جو دمشق یونیورسٹی کے شعبہ کلیات الادب کے پروفیسر تھے،انہوں نے بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تصانیف تعمیر ملت (بناءالامہ یا بناۃالامہ)،حقیقت وحدت الوجود،اور طریقتِ توحیدیہ کے عربی تراجم کیے جنہیں وسیع پیانے پر چھپوا کر عرب مما لک بالخصوص ابوظہبی،لیبیا،کویت،اور سعودی عرب بھیجا گیا۔

محبوب مریدین سلسلہ اور مجازین کرام:

مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں سے آپؒ کے قریبی لوگوں میں چوہدری نورؒ، بیگم بشیر، آفتاب احمد خانؒ،صوفی محمد انورؒ،عزیز عارف اور استاد منظورؒ تھے۔آفتاب احمد خانؒ آپؒ کے ساتھ سلسلہ کا مشترکہ اکاؤنٹ چلاتے تھے۔جب آپؒ کا وصال ہوا تو اس وقت آفتاب احمد خانؒ زندہ تھے اور مالی معاملات سے پوری طرح آگاہ تھے۔حضرت عبدالستارؒ نے اپنی زندگی میں خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے اعلان کردہ مجازین کرام کے علاوہ شاہدرہ لاہور کے رہائشی جناب ڈاکٹر محمد صادق ؒ کو اپنا مجاز روحانی بناتے ہوئے انہیں تحریری پروانہ جاری کیا۔جب آپؒ نے وفات پائی تو اس وقت جو مجازین کرام حیات تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔	قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ	۲۔	الحاج محمد مرتضٰی
۳۔	شیخ علی اصغرؒ	۴۔	عابد علی توحیدی
۵۔	چوہدری غلام قادر	۶۔	راجہ علی اکبر
۷۔	ڈاکٹر محمد صادق ؒ		

خلافت و جانشینی کیلئے دباؤ:

آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کیلئے اپنے جانشین کا انتخاب طریقتِ توحیدیہ میں بیان کردہ طریقہ کے مطابق اپنے مجازین میں سے کرنا تھا۔ آپؒ اگر چہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے دستور طریقتِ توحیدیہ اور حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی رجسٹرڈ وصیت کے ہوتے ہوئے کسی طرح اپنے کسی بھی رشتہ دار کو خلیفہ نامزد نہیں کر سکتے تھے خواہ وہ اس کا اہل ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت عبدالستارؒ پر اہل خانہ کا خاصا دباؤ تھا کہ آپؒ اپنے داماد غلام رسول شاہد کو اپنا خلیفہ بنانے کا اعلان کریں۔ آپؒ نے کبھی اسے تسلیم نہ کیا۔ آپؒ اہل خانہ کی طرف سے خلافت و جانشینی کیلئے نامزدگی کے سلسلہ میں مسلسل دباؤ کو خاطر میں نہ لائے تو مریدین سلسلہ میں طرح طرح کی چہ مگوئیاں ہوئیں۔ ایک مرتبہ آپؒ کی زوجہ بیگم نور جہاں نے پورے جوش و جذبے سے موقع پر موجود کچھ مریدین سلسلہ کے سامنے اعلان کیا کہ خلیفہ کوئی بھی بنے مگر میں خادمہ کے طور پر آستانہ عالیہ توحیدیہ پر ہی رہوں گی۔ حضرت عبدالستارؒ بدستور خاموش رہے اور ایسی کسی بات کی تائید نہ کی۔

حضرت عبدالستارؒ کی علالت اور وصال:

مارچ ۱۹۹۰ میں حضرت عبدالستار خان صاحبؒ بیمار ہوگئے۔ جب آپؒ کو تکلیف شروع ہوئی تو آپؒ باہر مریدین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ فوری طور پر گارڈن ٹاؤن سے ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ انہیں کسی نیوروفزیشن کے پاس لے جائیں۔ ڈاکٹر ملک عمر حیات مشہور نیوروسرجن تھے، ان سے ٹائم لینے کیلئے رابطہ کیا گیا۔ ڈاکٹر نے چیک کیا مگر درست تشخیص نہ ہو سکی۔ حضرت عبدالستارؒ زیادہ تر خاموش اور تکلیف میں رہتے تھے۔ کافی دیر بعد یہ تشخیص ہوئی کہ آپؒ کو دماغ کا کینسر (Brain Tumer) ہے۔ کچھ عرصہ اسی بیماری میں مبتلا رہنے کے بعد آپؒ نے ۱۴ دسمبر ۱۹۹۰ کی شام داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپؒ کو

بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے پہلو میں آستانہ عالیہ توحیدیہ پر ہی سپرد خاک کیا گیا۔

حسبِ ضابطہ خلافت و جانشینی :

مجازین کرام نے دستور کے مطابق ایک اجلاس بلایا۔اس اجلاس میں پورے پاکستان سے مریدین سلسلہ نے نمائندگی کی۔ یہاں کئی تقاریر ہوئیں بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ مجازین کرام وہ فورم ہیں جو بیٹھ کر کسی ایک فرد کو اپنے اندر سے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب کیلئے سادہ اکثریت سے منتخب کر کے مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو جانشینی کے خلاء کے اس گرداب سے نکال سکتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے اعلان کردہ مجازین قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ، چوہدری غلام قادر، الحاج محمد مرتضیٰ اور راجہ علی اکبر موجود تھے۔ شیخ علی اصغرؒ اور عابد علی توحیدی بھی حیات تھے۔ عابد علی توحیدی نے شیخ علی اصغرؒ کو مکمل اختیار دیا کہ وہ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ انہیں ہر طرح سے قبول ہوگا۔ شیخ علی اصغر بھی اس اجلاس میں نہ آسکے۔انہوں نے اجلاس کے دوران ٹیلی فون پر معذرت کی اور اعلان کیا کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے مجازین کرام جو بھی فیصلہ کریں گے وہ مجھے اور عابد علی توحیدی منظور و قبول ہوگا۔ مجازین کی الگ میٹنگ ہوئی جس میں انہوں نے طریقت توحیدیہ میں دی گئی ہدایات کے مطابق متفقہ طور پر قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا شیخ منتخب کیا۔ چوہدری غلام قادر نے باہر آکر سب کے سامنے اعلان کیا، سب کو مبارکباد دی اور حکم دیا کہ سب لوگ اسی وقت قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے دست شفقت پر بیعت کریں۔ چوہدری غلام قادر کے حکم کی بلا چون وچرا اس تعمیل کی گئی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب نے مجازین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے متفقہ فیصلہ کو مقدم رکھتے ہوئے اکتوبر 1991 کو شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب کی ذمہ داری قبول کی۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے اپنی خلافت کے اوّلین ادوار میں اپنے گھر اور اس کے بعد ۱۹۹۷ سے مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔

نقوشِ مہرووفا

(ملفوظات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ سے سوال کیا گیا کہ بابا جان آج ہمارے ہاں اکیسویں کی رات ہے، سعودی عرب میں کل تھی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ Devision کیسی ہے کہ شب قدر اِدھر بھی ہوتی ہے اور اُدھر بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح جو Scandinavian countries ہیں وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے۔

قبلہ بابا جانؒ نے فرمایا کہ Day - Night کا سائیکل تو Twenty four hours کا ہے۔ ایک جگہ کا تو نہیں ہے۔ غلام جیلانی برقؒ نے تو اس کے بارے میں لکھا ہے کہ تم میں سے جو رمضان شریف کو پائے، وہ روزے رکھے۔ الفاظ ایسے ہیں۔ جو تم میں سے ماہِ رمضان کو پائے وہ اس کے روزے رکھے۔ کہتا ہے کہ وہ تو پا ہی نہیں سکتے، ان کو روزے نہیں ہونے چاہئیں۔ کہتا ہے کہ رمضان آئے گا نہیں تو وہ کیسے رکھیں گے۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۸۵) جو تم میں سے گواہی دے، دیکھ لے، یا پا لے رمضان کو، وہ روزے رکھے۔ اس نے کہا کہ وہ Scandinavian میں کہ وہاں تو آتا ہی نہیں ہے، وہ کیسے روزہ رکھیں؟ سائیکل تو چوبیس (۲۴) گھنٹے کا ہوتا ہے۔ آپ Model دیکھیں۔ یہ زمین گھوم رہی ہے۔ اس طرف رات ہے اور اس طرف دن ہے۔ سورج کے گرد چل رہی ہے۔ ایک سائیڈ روشنی ہے اور ایک سائیڈ اندھیرا ہے۔ زمین نے اپنا چکر پورا کرنا ہے، جو سائیڈ سورج کے سامنے ہے وہاں دن اور دوسری طرف رات ہوتی ہے۔ یہ بھی ہے کہ اس میں Date بھی علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہے۔ بدل جاتی ہے۔ شبِ قدر کی Date ویسے بھی بھلا دی گئی ہے۔ کسی کو معلوم نہیں ہے کہ صحیح کونسی تاریخ ہے۔ تاریخ صحیح ہو تب بھی ہماری اور ان کی تاریخیں علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہیں

کہتے ہیں کہ ستائیسویں ہے۔بہت سے بزرگ یہ کہتے ہیں کہ ستائیسویں رات ہے شبِ قدر۔
کہتے ہیں کہ لیلۃ القدر جو ہے اس میں نوحروف ہیں۔سورۃ القدر میں یہ تین دفعہ آتا ہے۔
اِنَّا اَنزَلنٰہُ فِی لَیلَۃِ القَدر ۔ وَمَا اَدرٰکَ مَا لَیلَۃُ القَدر ۔ لَیلَۃُ القَدرِ خَیرٌ مِّن اَلفِ شَھر
نوحروف ہیں تو یہ ٹوٹل ستائیس بنتے ہیں۔یہ Mathematical calculation کی ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ستائیسویں کو ہی لیلۃ القدر ہے۔اب یہ بات اور دوسری بات یہ کہ اس میں کرنا کیا ہے؟ حضورﷺ کی بڑی مشہور حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ اگر وہ (لیلۃ القدر) مل جائے۔اس کا مطلب ہے کہ مل جانے والی بات ہے تو کچھ نہ کچھ تو محسوس ہوتا ہی ہوگا۔ اگر وہ خاص رات آجائے تو اس کی کیفیات مخصوص ہوں گی۔یہ خاص ہی ہیں۔انہوں نے کہا کہ میں کیا کروں؟ آپﷺ نے فرمایا کہ: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفوَ فَاعفُ عَنِّی۔
(اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے۔معافی کو پسند کرتا ہے،لہٰذا مجھے معاف فرما۔)(ترمذی)
یہ مانگنا ہے اللہ سے۔ہماری تو بڑی لٹیں ہیں۔اس طرف کون آتا ہے؟ یہاں تو بات یہ ہے کہ وہ قابو آئے اور اپنے تقاضے پورے کرائیں۔

میرے چھوٹے بھائی ہیں، رفیق صاحب ادھر مرکز آئے بھی تھے۔وہ سب بچوں کو لے کر سردی میں بیٹھے رہے۔کہتے ہیں کہ ساری رات اینٹ اٹھا کر بیٹھا رہا ہوں کہ جب وہ شبِ قدر آئے گی تو کہوں گا کہ یہ سونا بن جائے۔ساری رات گزر گئی،صبح اینٹ پھینک دی کہ جا تیرے نصیب میں نہیں تھا۔یہاں تو ہم سونا بنانے کے چکر میں بیٹھے ہیں کہ سونا بن جائے۔وہاں تو کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا مانگوں؟ تو فرمایا کہ یہ مانگو۔یہ دعا پڑھتے رہو۔اللہ نے ویسے ہی بخشش فرما دینی ہے۔اگر ہم یہی چاہتے ہیں تو سارا مہینہ ہی مغفرت اور بخشش کا ہے۔
اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفوَ فَاعفُ عَنِّی۔ (اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے۔ معافی کو پسند کرتا ہے،لہٰذا مجھے معاف فرما۔) تو ہی درگزر فرما۔خاص اس رات کیلئے بھی کہا گیا ہے حضورﷺ نے فرمایا کہ جو توبہ کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے یہ آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو۔ (لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا) ۔سارے کے سارے یک لخت معاف کر دے گا۔

باباجیؒ کہتے تھے کہ مانتے کیوں نہیں ہو؟ اللہ کہتا ہے اس کی نہیں مانتے، نہ رسول اللہ ﷺ کی مانتے ہو۔ایک دفعہ تو بہ کر لو سچے دل سے، سمجھو پچھلی کا پیاں غائب ہو گئیں۔آگے کی فکر کرو۔اب نئی کاپی مل گئی ہے، اب اس کو نمٹاؤ۔پچھلی خامیوں کو یاد بھی مت کرو۔کہتے تھے کہ یہ خطرناک بات ہے۔نفسیاتی طور پر یہ خطرے والی بات ہے کہ آدمی کے ذہن پر گناہ سوار رہے۔ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا، اب بھی میں ویسا ہی ہوں۔اس سے وہ بے فکر نہیں ہو پاتا۔اس کا Mind clear ہوجانا چاہیے کہ میں اب معاف کر دیا گیا ہوں۔یہ ضروری ہے تا کہ وہ سمجھے کہ روحانیت کا جو Highest مقام ہے میں وہاں جا سکتا ہوں۔ مجھ میں اب کوئی Spot نہیں ہے۔اگر وہ بیچ میں رہے گا تو ساری عمر روتا رہے گا جیسے کہتے ہیں جی کہ فلاں بزرگ روتے رہے، پرنالے بہتے تھے، یا جان پر بنی تھی۔باباجیؒ اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، ہاں وہ تذکرے پڑھنے دیتے تھے ایسے۔باباجیؒ کہتے تھے کہ مانتے کیوں نہیں ہو، خدا یہ کہتا ہے، رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہیں، کیوں نہیں مانتے۔مانو تم کہ Clear ہو تم، اب بس سارے معاف ہو گئے ہیں وہ۔ اب آگے جتنے دن زندگی ہے، ہفتہ ہے، دس دن کی ہے، دس سال کی ہے، اس کی فکر کرو کہ اب اس کو سنبھال کر رکھنا ہے۔

اب یہ لکھا ہے کہ وہ رات اچھی ہے، وہ ہزار مہینوں سے اچھی ہے۔اب کس لحاظ سے اچھی ہے؟ عبادت کے لحاظ سے اچھی ہے؟ یہ کس لحاظ سے ہے؟ اس کا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ۱۴ اگست جو ہے یہ ہمارے لئے تو صدیوں سے بہتر ہے، پاکستانیوں کے لئے اس کی اپنی ایک اہمیت ہے، کسی اور لحاظ سے وہ ہمارے لئے زبردست ہے۔فرمایا ہے کہ وہ رات جو ہے وہ ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔کس لحاظ سے بہتر ہے؟ اس کی عبادت تراسی (۸۳) سالوں سے بہتر ہے؟ تراسی (۸۳) سال چار (۴) مہینوں سے، یا کس لحاظ سے؟ یہ کیا ہے؟ یا قرآن کے نزول

کے لحاظ سے ہے کہ وہ اتنی اہم ہے۔ایک ایسا Law، ایک ایسا آئین جس کے لئے دنیا جب سے بنی تھی منتظر تھی کہ پورا، اچھا آئین، جو مکمل انسانی زندگی کا آئین ہوگا وہ نازل ہوگا، اور جس سے انسان صحیح معنوں میں بندہ بن جائے گا۔ مہذب بندہ بن جائے گا، اور وہ اعلیٰ ترین مراتب حاصل کر پائے گا جو اللہ کے ہاں اس کیلئے مقرر ہیں۔وہ آئین اس کو مل سکے گا۔ساری دنیا اس کی منتظر تھی کہ وہ کونسا زمانہ ہوگا۔خواہش کرتے تھے کہ ہم بھی اس زمانے میں آئیں۔حضورﷺ کی امت میں آئیں۔وہ دیکھیں کہ جب **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** ہوگا۔اللہ کہتا ہے کہ ہم نے اس میں رحمت، اور نور، اور روح نازل کیا۔اس لئے کہا کہ روزے رکھو۔یہ وہ مہینہ ہے جس میں وہ آئین اترا۔وہ آئین والی بات ہم بھول گئے۔ہم نے ڈبل کرنے والی Game سیکھ لی ہے کہ نفل جو ہیں وہ فرض بن جائیں گے اور فرض جو ہیں وہ دگنے اور کئی گنا ہو جائیں گے۔ یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے گا، اور چکر میں پڑ گئے۔وہ آئین جو تھا اس کو بھول ہی گئے کہ اس آئین کی Celebration کے لئے ہو رہا ہے۔جس آئین نے بندہ بنایا، ہم نے وہ بندہ بننے والا کام ہی چھوڑ دیا۔ہم اسے بھول ہی گئے اور نہ ہمیں اس کا احساس ہے کہ یہ کتنی Important ہے۔ صبح پڑھتے ہیں اور شام تک بس ایک دو رہ جائے اس کا۔علامہ کہتا ہے کہ

؎ پابندِ صوفی و ملا اسیری حیات از حکمتِ قرآں نگیری

اے مسلمان! تو صوفی و ملا کے جال میں پھنسا ہے۔جو تجھے وہ کہتا ہے تو ویسے چلتا ہے۔جو تیرے پیر نے کہا وہ صحیح ہے یا جو مولوی صاحب نے کہا وہی صحیح ہے۔تو صوفی و ملا کے بند میں اسیر ہو گیا ہے، غلام ہو گیا ہے، بندھ گیا ہے۔قرآن کی جو حکمت ہے، اس میں زندگی کا جو پیغام ہے، اس سے تجھے کوئی کام نہیں ہے، نہ تو اس سے لیتا ہے کہ یہ کتاب کس لئے اتری ہے؟ یہ انسان کو کیا بنانے کیلئے آئی ہے؟ اور یہ کیا بنا سکتی ہے؟ اب اس سے کوئی غرض ہی نہیں تمہیں۔ تو مولوی اور پیر کے بندھن میں بندھا ہے، وہ جو کہتا ہے اسی پر تو چلتا ہے۔

قرآن میں جو حکمت ہے، مردوں کو جو زندہ کرنے والی ہے، قوموں کو اٹھا کے اوپر لے جانے والی ہے، اس سے تمہیں کوئی غرض ہی نہیں رہی۔

؎ با یٰسین شُرا کارِ جز این نیست

تمہیں قرآن کی آیتوں سے سوائے اس کام کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اس کی آیات سے تمہیں اس کام کے علاوہ کوئی غرض نہیں رہی۔

کہ از یٰسینِ اُو آساں بمیری

صرف ایک کام رہ گیا ہے کہ یٰسین پڑھیں تو جان آسانی سے نکلتی ہے۔ قرآن تو زندگی بخشنے کیلئے آیا تھا، تمہیں زندہ کرنے کیلئے آیا تھا۔ قرآن نے کہا بھی ہے، حضور ﷺ آئے تا کہ تمہیں زندہ کریں، تم سے بوجھ اُتار لیں جو تم پر پڑے ہوئے تھے۔ انسان پر بوجھ پڑا ہوا تھا۔ دوسری قوتوں کا خوف اس پر طاری تھا۔ یہ حیوانات کو دیکھتا ہے، سانپ کو دیکھتا ہے، ہوائیں آتیں، ان بادلوں اور اس بجلی کو دیکھتا ہے، آگ بھی دیکھتا ہے۔ مادیت کی یہ سب چیزیں اتار دیں۔ اَللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا۔ وہ ایک ہی اِلٰہ ہے۔ باقی سب اس کی مخلوق ہیں۔ کسی کو سجدہ نہیں کرنا سوائے اللہ کے۔ ان کا رعب اتار دیا، ان کا جو خوف تھا وہ اتار دیا۔ انسان کو جرأت ہوئی کہ ان کو Capture کر سکے۔ یہ بجلی! کیا ہے یہ؟ یہ آگ کیا ہے؟ اس کو Capture کر کے اپنے استعمال میں لگایا۔ قرآن نے مادیت کی ان چیزوں میں جو عقائد کی روح تھی، اسے نکال دیا۔ مگر تم اس میں پھنسے رہے کہ یٰسین کی جو آیتیں ہیں، ان کے پڑھنے سے جان سہولت سے نکلتی ہے۔ اس کے سوا تمہیں کوئی کام نہیں۔ وہ قرآن جو زندہ کرنے کیلئے آیا تھا، تم نے مرنے کیلئے اسے استعمال کر لیا ہے۔ تمہیں اب اس قرآن سے اور کوئی کام نہیں رہ گیا کہ اس سے مرنا بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ یٰسین پڑھو جی، آخری وقت آ گیا ہے۔ پڑھو ذرا جان نکل جائے۔ قرآن جو زندہ کرنے کیلئے آیا تھا، ہم نے اس سے مرنے کا کام لیا ہے۔ ہمیں اس قرآن کا کیا احساس ہے۔ ہم تو مر رہے ہیں، دنیا میں سارے مسلمان اکٹھے ہو کر، اجتماعی طور پر۔ ہمیں اس کی غرض ہی کیا ہے کہ ہم اس قرآن

کی آمد کو Celebrate کریں؟یا ساری دنیا مل کر Celebrate کرے۔اگر ہم اس کا احساس کرتے تو پھر بھی ٹھیک تھا کہ مسلمانوں کو اس قرآن نے بندہ بنایا، بلکہ مہذب انسان اور انسانوں کا حکمران بنایا۔ہمیں اس نے خیرالامت بنایا۔

کُنتُم خَیرَ اُمَّتٍ اُخرِجَت لِلنَّاس۔ تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ دنیا میں جہاں تمہیں قبضہ دے وہاں تم امر بالمعروف کرو، نیکی کا حکم اس میں نافذ کرو، برائی سے روکو۔ یہ بات ہے جس کیلئے تمہیں بہترین امت بنایا۔بہترین امت جو تھی وہ ایسی تھی کہ دنیا کو روندتی چلی گئی۔ اس میں ان کی ہوس نہیں تھی،اس میں یہ نہیں تھا کہ دنیا پر قبضہ کرلیں اور اس پر بادشاہ بن جائیں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

ان کا مقصود نہ تو کشور کشائی ہے کہ ملک فتح کرتے چلے جائیں اور نہ ہی مالِ غنیمت ہے کہ پیسے اکٹھے کرلیں،ان پر قابض ہو جائیں۔ان کے ہاں تو شہادت کی بات ہے۔یہ شہادت وہ بھی نہیں ہے جو ہم سمجھتے ہیں۔مرجانا۔ یہ شہادت نہیں ہے۔شہادت وہ ہے جو اللہ نے کہا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (سورۃ البقرہ۲۔آیت۱۴۳)

واضح ہے کہ رسول تم پر گواہی دے گا اور تم پوری دنیا پر گواہی دو گے۔وہ تم پر شہید بنے گا کہ اے اللہ میں نے تیرا پیغام جو تو نے دیا تھا وہ ان تک پہنچادیا تھا۔حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے پہلے امت سے پوچھا تھا کہ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں پہنچا دیا ہے۔صحیح صحیح پہنچا دیا ہے؟جی ہاں صحیح صحیح پہنچا دیا ہے۔فرمایا کہ اللہ گواہ رہنا۔میں نے پہنچا دیا ہے۔کہا کہ رسول تم پر گواہی دے گا کہ میں نے پہنچا دیا ہے، آگے اب تمہاری ڈیوٹی ہے۔ ہم نے جو رسول ﷺ سے پیغام لیا ہے ہم نے پوری دنیا کو اور اقوام عالم کو یہ پیغام پہنچاتے رہنا ہے۔ یہ Standing duty ہے۔جو بھی اس وقت امت ہو گی ،وہ موجودہ امتوں کو اللہ کا یہ پیغام پہنچائے گی۔خود بھی اس پر عمل کرے گی اور ان کو بھی پہنچائے گی۔اس کو کہا کہ ہم نے تمہیں

امت وسطیٰ بنایا۔ Intermediate تمہیں بنایا ہے۔ رسول کے اور عوام کے بیچ میں تم ہو۔ You are the middle man. تمہیں بنایا ہے۔ اب ہم نے اس Middle man کے ترجمے دوسرے کر لئے ہیں کہ یہ جو دین ہے ہمارا یہ درمیان والا ہے۔ نہ اس میں دنیا کا اور نہ روحانیت کا غلبہ ہے، ہر چیز میں وسط راستہ اختیار کیا ہے۔ رہبانیت بھی حرام ہے، دنیا کو چھوڑنا حرام ہے اور اس میں پوری طرح غرق ہو جانا، وہ بھی حرام ہے۔ ہر کام میں وسط ہے۔ شادی بیاہ بھی کرو، یہ بھی کرو، اور وہ بھی کرو۔ ہم اس لائن پر چل پڑے ہیں کہ اس کا راستہ جو ہے، وہ درمیانی ہے۔ خدا نے ڈیوٹی بتائی کہ تم امت وسط ہو، رسول تم تک پیغام پہنچائے گا، تم نے اُدھر پہنچانا ہے۔ امتِ وسطیٰ کا مطلب ہے کہ ہم پر یہ ڈیوٹی ہے Standing کہ ہم قیامت تک کیلئے یہ کرتے رہیں گے۔ اس پر خود بھی عمل کریں گے اور آگے بھی پہنچائیں گے۔ اس کو کہا کہ کَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا۔ تمہیں امت وسطیٰ بنایا ہے۔ وہ بڑی زبردست ڈیوٹی تھی، اس میں کام کرنا پڑتا تھا۔ اس کو اتار دیا ہم نے کہ وہ ان (رسول ﷺ) کا ہی کام تھا، ہمارا نہیں ہے۔ یہ بڑی زبردست ڈیوٹی تھی کہ آپ کو اس کردار پر وہ کرنا ہے۔ مال غنیمت نہ کشور کشائی۔ شہادت وہ نہیں ہے، دنیا کی فتوحات اور پیسے اکٹھے کرنے کیلئے نہیں ہے۔ یہ تو اپنے پیسے بھی ان کو دینے کیلئے ہے۔ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچانے اور جنت کا حق دار بنانے کیلئے ہے۔ اس لیے ہے کہ حضور ﷺ اللہ کی رحمت کا جو پیغام لے کے آئے اس میں وہ لوگ داخل ہو جائیں۔ آپ کو اس میں لوگوں کو داخل کرنا ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی تم بھی ایسے کرو۔ وہ تم پر گواہ ہوں گے اور تم پوری دنیا پر گواہی دو گے۔ اب اس کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اس قرآن کو اور اس کے پیغام کو ہم بھول گئے ہیں۔ اللہ نے کہا ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی۔ یہ کونسا مہینہ ہے۔ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرآن۔ کوئی اور اہمیت نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس میں قرآن نازل ہوا تھا۔ یہ اسی کی Cellebration ہے۔ اسی پر ہم نے عمل کرنا ہے۔ رمضان کی سب سے بڑی فضیلت یہی بتائی کہ اس میں قرآن نازل ہوا۔ یہ انسانیت کیلئے فلاح کا آئین ہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کا خط بنام: پروفیسر غلام شبیر شاہد۔چوک اعظم

مورخہ: 19.10.2004

سلسلہ توحیدیہ کا بنیادی ذکر تو پاس انفاس ہی ہے۔نفی اثبات تو بفرمان بانی سلسلہ بیٹری چارجنگ کے لئے ہوتا ہے تا کہ 24 گھنٹے کے بعد دل دوبارہ چارج ہو جائے اور اللّٰہ اللّٰہ کرنا آسان ہو جائے۔پاس انفاس کا مطلب ہے کہ کوئی سانس اللہ کہے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر نکلے یہ قلبی ذکر ہے۔زبان نہیں ہلانی۔جو سانس اندر جائے آپ متوجہ ہو کر اس کی آواز یعنی شوک کانوں سے سنیں اور یہ خیال کریں کہ یہ آواز اللہ کہہ رہی ہے۔دل نے اللہ کہا ہے اور یہ سانس دل سے شروع ہو کر اُم الدماغ تک پہنچ گیا ہے۔اللّٰہُ یا اللّٰہَ نہیں کہنا صرف " اللّٰہ " کہنا ہے اسی طرح جب سانس باہر نکلے تو پھر خیال کریں کہ سانس کی آواز نے اللّٰہ کہا ہے اور دماغ سے واپس دل میں آ گیا ہے۔اس کے ساتھ یہ خیال کرنا ہے کہ اللہ میرے آگے، پیچھے اوپر نیچے اور دائیں بائیں موجود ہے۔فضا اور خلا میں اور ہر مادی چیز کے اندر بھی موجود ہے۔اگر چہ نظر نہیں آتا لیکن موجود ہے اور اسے دیکھنے کی خواہش اور چاہت کے ساتھ اللّٰہ ، اللّٰہ کہنا ہے۔

جب تک پاس انفاس میں پختگی نہ آئے گی حضوری والی نمازیں نصیب نہیں ہوسکتیں اس لئے اس ذکر کا اہتمام کریں۔نفی اثبات کے دوران جب وقفہ کریں تو جتنے سانس بھی لیں پاس انفاس کرتے ہوئے لیں۔ذکر ختم کرنے کے بعد بھی فوراً پاس انفاس شروع کر دیں۔اللہ کی رحمت سے آپ اللہ کو یاد رکھیں گے تو وہ آپ سے بھی زیادہ آپ کو یاد کریگا تو پھر پیارے اللہ کے نام لینے میں وہ لذت آنے لگے گی جو دو عالم سے بیگانہ کر دیتی ہے۔شروع شروع میں یہ ذکر صرف فرصت کے لمحات میں کیا جا سکے گا لیکن جب مشق ہو جائے گی تو کام کاج اور باتیں کرتے ہوئے بھی ذکر جاری رہے گا۔

والسّلام

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کا خط بنام: پروفیسر غلام شبیر شاہد۔چوک اعظم

مورخہ: 18.01.2012

جب چاہیں جو چاہیں لکھ سکتے ہیں میں اپنے علم کے مطابق مسائل کا حل لکھتا رہوں گا۔ تعلیم کے معاملہ میں بانی سلسلہؒ کے فرمودات کو ترجیح اور اوّلیت حاصل رہے گی۔پھر بھی اللہ کرے میں بھی حق بات ہی لکھوں اور اس کا فائدہ آپ لوگوں کو ہو۔آمین!۔

آپ روحانی شفا خانہ کا کام ابھی شروع نہ کریں۔ہومیوفری ڈسپنسری کا خیال بہت اچھا ہے۔انسانیت کی خدمت ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ ہے۔بلاتخصیص مذہب انسان کی مدد کرنا ترقی درجات کا باعث بنتا ہے۔روحانی علاج کے لئے لیاقت صاحب یا مولوی عبداللہ خوشبو والے ہفتے میں کسی دن کا ایک حصہ وقف کر کے لوگوں کو پانی دم کر دیا کریں۔تعویذ وغیرہ ہم نہیں کرتے۔نہ تعویذ ڈالتے ہیں نہ نکالتے ہیں۔دعا فقیراں رحم اللہ کے اصول پر دعا کریں،پانی دم کر دیں یا پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ بتا دیں۔قبلہ حضرتؒ کے بتائے ہوئے وظائف فرمودات فقیر میں موجود ہیں ان کے علاوہ بھی کچھ مجرب نسخے ہیں جو بھائیوں کو بتا دونگا۔یہ سارا کام فی سبیل اللہ کرنا ہے۔ساتھ ساتھ لوگوں کو درود شریف کا ورد اور نماز کی تلقین بھی کرنی ہے تا کہ انکا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہو جائے۔روزانہ ذکر اور ہفتہ وار حلقہ ذکر میں کافی فرق ہے لیکن بھائیوں میں اس بارے میں ابہام پایا جاتا ہے روزانہ ذکر کا طریقہ طریقت توحیدیہ کے اندر لکھا ہوا ہے اس میں اول و آخر چند مرتبہ درود شریف پڑھنا ہے اور بیچ میں لا اِلٰـہ اِلاّ اللّٰـہ کا ذکر چند تسبیح کرنا ہوتا ہے اور پھر شجرہ پڑھیں اور ختم شریف پورا کر کے ایصال ثواب کیلئے دُعا کر دیں اس کے علاوہ اور کوئی ذکر اس میں شامل نہیں ہے۔نہ ہی درمیان میں سبحان اللہ پڑھنے کا حکم ہے۔

طریقت توحیدیہ کو غور سے پڑھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔حلقہ ذکر والی چیزیں روزانہ ذکر میں شامل نہ کریں۔اگر صبح کے وقت آپ تہجد کے نوافل پڑھتے ہیں تو اس کے بعد ذکر

نفی اثبات کیا کریں۔ شجرہ یاد نہیں ہے تو یاد کریں یہ کونسا مشکل کام ہے میں نے بحثیت طالب پہلی مرتبہ جب حلقہ ذکر میں حاضری دی تو اس وقت شجرہ نیا نیا آیا تھا اور ذکر کے بعد سارے بھائیوں نے لائٹ جلا کر دیکھ کر ہی پڑھا اور ایک ایک کاپی بھائیوں کو دے دی گئی کہ اسے یاد کر لیں۔ الحمد للہ میں اگلے ہفتے جب ذکر میں گیا تو میں نے سارا شجرہ یاد کر لیا تھا حالانکہ دوسرے بھائیوں نے ناظرہ ہی پڑھا۔

فیض یعنی توجہ لینے میں ایک نکتہ توجہ طلب ہے کہ اس میں شیخ کا تصور کرنے کا نہیں کہا گیا بلکہ خیال کرنے کا کہا گیا ہے تصور میں شیخ کی تصویر بنانا ضروری ہوتا ہے لیکن خیال میں ایسا نہیں کرنا ہوتا۔ جیسا کہ ہم خیال کر سکتے ہیں کہ ہوا ہمارے ارد گرد، اوپر نیچے موجود ہے اگر چہ وہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی اس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح شیخ کا تصور نہیں کرنا خیال کرنا ہوتا ہے اور اس سے بہ آسانی رابطہ ہو جاتا ہے۔ اس میں پانچ منٹ ضرور بیٹھنا چاہیے۔ قرآن کریم کی خاص خاص سورتوں کی تلاوت اور ترجمہ و تفسیر پڑھنے کی عادت نہایت ہی مبارک ہے اسے جاری رکھیں۔ میں بھی درود شریف مغرب کے بعد ہی بیٹھ کر پڑھتا ہوں آپ بھی اسی وقت پڑھتے رہیں۔

آپ نے گناہ کبیرہ والی بات جو کی ہے یہ اگر زنا ہے تو یہ بہت بھاری گناہ ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والا ولایت سے حصہ نہیں پا سکتا۔ اس کے لئے سب سے پہلی بات ان مواقعوں سے دور رہنا ضروری ہے جو اس گناہ میں مددگار بنتے ہیں۔ بلکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے جن موقعوں سے تہمت لگنے کا احتمال ہو ان سے بھی دور رہو۔ یہی وجہ ہے کہ بانی سلسلہؒ نے عام ہدایت تحریر کر رکھی ہے کہ کوئی بھائی کسی بھی پیر بہن سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ نہ ہی خط لکھے نہ ہی کسی کو خط میں سلام لکھوائے نہ ہی توجہ دے۔ بلکہ جن بہنوں کا کوئی محرم رشتہ دار حلقہ میں ہو وہ اسی سے توجہ لے اور تعلیم حاصل کرے شیخ حلقہ کو بھی حکم ہے کہ وہ کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے بلکہ ملاقات کے وقت اس کا کوئی مرد رشتہ دار ساتھ ہونا چاہیے یا پھر دوسری عورتیں موجود ہوں۔ اس کا انتظام آپ نے خود سختی سے کرنا ہے۔

والسلام!

نمازوں کی حفاظت

(پیر خان توحیدیؔ)

نماز دین اسلام کا ایک اہم اور بنیادی رکن ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے نماز دین کا ستون ہے۔معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرکے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لاکر ایمان کے دائرے میں داخل ہوجاتا ہے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتا تو اس کے دین اور ایمان کی عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی۔نماز ہی تو وہ بنیادی پتھر اور اہم ستون ہے جس پر ایمان قائم رہتا ہے۔دراصل نماز اور ایمان لازم وملزوم ہیں ایک کے بغیر دوسرے کا تصور ہی نہیں۔صرف ایک اللہ پر ایمان ہو اور اس کے رسول پر بھی ایمان ہو لیکن اس رسول کی بتائی ہوئی نماز ادا نہ کی جائے تو اسے مکمل ایمان کیسے کہا جاسکتا ہے۔دین کی تکمیل کے لئے ایک طرف تو نماز پنجگانہ ادا کرنے کا حکم ہے تو دوسری طرف نمازوں کی حفاظت اور ان کی بروقت ادائیگی کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے''اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں وہ باغوں میں عزت کے ساتھ رہیں گے۔(المعارج)اگر اس آیہ کریمہ پر غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ یہاں اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے لوگوں کی بات کی جارہی ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو پابندی اور پورے ایمان ویقین کے ساتھ نماز پنج گانہ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔وہی لوگ اس دنیا میں بھی کامیاب ہیں اور آخرت میں بھی اپنے ربّ کی جانب سے انعامات الٰہیہ کے مستحق ہونگے۔وہ انعام کیا ہوگا!وہ انعام ہے جنت کے باغ جو اہل ایمان کے دائمی گھر ہونگے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔سکون ہوگا اور اللہ کی رحمت کی

برسات ہوگی۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو خدائے واحد پر ایمان لانے کے باوجود اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ نماز سے جی چراتے ہیں، اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی یا سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بہر صورت اپنے ربّ کے سامنے اپنے اس فعل کے جواب دہ ہونگے اور اُس وقت کی ذلت اور رسوائی دیکھ کر شرمندہ ہونگے اور افسوس کریں گے کہ کاش! ہم دنیا میں چند لمحے نماز کی ادائیگی کا اہتمام کر لیتے تو اس وقت پروردگار عالم کے سامنے ذلیل و خوار نہ ہوتے۔ خالق کائنات تو اپنی مخلوق پر بے حد رحم فرمانے والا ہے اسی لئے اس نے نماز کی ادائیگی کا حکم دیا ہے جس میں بندوں کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔

پانچ وقت کی نمازیں تمام اہل ایمان مرد اور عورت پر ہر صورت میں فرض ہیں اس میں نہ کوئی رعایت ہے اور نہ چھوٹ کی کوئی گنجائش ہے یہ بیمار پر بھی فرض ہے اور مسافر پر بھی اگر کوئی کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر پڑھے اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکتا ہو لیٹ کر پڑھے اگر اتنی ہمت بھی نہ ہو تو اشاروں سے پڑھے مگر اس اہم ایمانی رکن کی ادائیگی میں کوئی رعایت یا چھوٹ نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بے شک ایمان والے مراد پا گئے جو اپنی نمازوں میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ کے سامنے اپنے آپ کو ایک بے حقیقت اور ناچیز ذرے کی طرح پیش کرتے ہیں اور اس کے خوف سے اس کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے پورے خلوص و ایمان کے ساتھ نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں''۔

ایمان والوں کی خصوصیات کے تذکرہ میں سب سے پہلا ذکر نماز کی حفاظت کا ہی ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ نبیﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لئے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لئے نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات اس کا

انجام قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

اللہ ربّ العزت کا ارشادِ گرامی ہے جنتی لوگ گنہگار جہنمیوں سے پوچھیں گے۔ تمھیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا! وہ جواب دیں گے۔ ''ہم نہ تو نماز پڑھتے تھے نہ غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے''۔ رسول اللہ ﷺ کے نماز کے متعلق اس قدر ترغیبی ارشادات کے باوجود اُمت کی بڑی تعداد آج نماز سے غافل اور بے پرواہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور الطاف وعنایات سے محروم ہورہی ہے اور اپنی دنیا و آخرت کو برباد کر رہی ہے اور جو لوگ نماز ادا کرتے ہیں اُن میں بہت اس کی حفاظت سے بے خبر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اعمال میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا اگر وہ پوری پائی گئی تو اس کے سارے اعمال مقبول ہونگے اور اگر اس میں نقص ہوا تو سارے اعمال نامنظور ہونگے اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے گا وہ مومن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد بار فرمایا ہے کہ اے ایمان والو اپنی نمازوں کو حفاظت کرو۔ نبی اکرم ﷺ نے عملی طور پر اس حفاظت کی وضاحت کر کے اُمت کو بتا دیا کہ نماز کی حفاظت کیسے کی جاتی ہے صحابہ کبارؓ نے اس طریقہ پر عمل کر کے اپنی نمازوں کی حفاظت کی اور دوسرے لوگوں کو بھی یہ طریقہ اپنانے کی تلقین کی۔ صحابہ کبارؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین اور بزرگان دین و کاملین نے اس طریقہ کو اُمت کے اندر رائج کیا۔ اب جو شخص بھی اس بتائے ہوئے طریقہ پر جس میں شرائط نماز ارکان نماز واجبات نماز سنتیں اور مفسدات شامل ہیں نماز ادا کرے تو یقیناً اس نے اپنی نماز کی حفاظت کی اور وہی نمازیں بارگاہ ایزدی میں مقبول ہونگی اور جس نے مذکورہ بالا شرائط سے ہٹ کر اپنی مرضی کی نمازیں پڑھیں تو اللہ کو ایسی نمازوں کی ضرورت نہیں اس

لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان کو اپنی نمازوں کی مقبولیت اور حفاظت کے لئے شرائط کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دُعا ہے، اللہ ہمیں اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے !۔آمین۔

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے نماز کے متعلق فرمایا

نماز پنج وقتہ جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے، اگر ملازمت وروزگار کے حالات کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہوتو پھر تنہا ہی پڑھ لو، قضاء نہ کرنی چاہئے ۔نماز ایسی ہو کہ نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک برابر اللہ تعالیٰ ہی یادرہے ۔ یہ حالت صرف انہی لوگوں کو میسر آسکتی ہے جو چوبیں گھنٹے اللہ تعالیٰ کو یادرکھتے ہیں، اس کے سوا ممکن نہیں ۔ یادِ خدا کے انتہائی مدارج یہ ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا احساس ہونے لگتا ہے، اسی کو حضوری کہتے ہیں ۔اس حضوری میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے اور جو کیف وسرور اور لطف اس نماز میں حاصل ہوتا ہے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اسی نماز کے لئے سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا'' **لاصلوٰۃ الا بحضور القلب** '' اور اسی نماز کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے'' **اَقِمِ الصلوٰۃ لِذِکْرِیْ** '' کہ نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو۔ پنج وقتہ نماز کے علاوہ تہجد کے نوافل پڑھنے بھی بہت مفید ہوتے ہیں ۔حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے نوافل میں ملتا ہے، اسی کو قرب نوافل کہا گیا ہے، جو سالک جلدی راستہ طے کرنا چاہتے ہیں ان کو تہجد ضرور پڑھنا چاہئے ۔

ذکر کی حقیقت

(حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالیؒ)

اللہ تعالیٰ کا ذکر (یادِ الٰہی) تمام عبادات کا خلاصہ اور ان کی روح ہے۔ کیونکہ نماز اسلام کا ستون تو ہے لیکن مقصد اس سے بھی ذکر الٰہی ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت تمام عبادات سے اس لئے افضل ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہے۔ روزہ کا مقصود شہوات وخواہشات کا قلع قمع ہے۔ انسانی دل جب شہوات وخواہشات سے نجات پاتا ہے تو اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ جب تک اس میں شہوات وخواہشات کا غلبہ ہوگا اس وقت تک اس سے یادِ الٰہی ناممکن ہے اور ذکر موثر بھی نہیں ہوتا اور حج نام ہے اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کا اور اس سے مقصد صاحب خانہ کی یاد اور اسکی ملاقات کا شوق ہوتا ہے تو ذکر تمام عبادات کا خلاصہ ہوا بلکہ اسلام کی جڑ اور بنیاد کلمہ طیبہ ہے اور یہ عین ذکر ہے اور تمام عبادات، ذکر کی تاکید اور اس کے جذبہ کو مستحکم کرنے والی ہیں اور انسانی ذکر کا ثمرہ یہ سامنے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو یاد کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثمرہ ہوسکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ (فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہمیشہ کرو کیونکہ انسان کی فلاح اس سے وابستہ ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے پوچھا کہ تمام کاموں میں کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرتے وقت تک ذکر الٰہی سے زبان کا تر ہونا۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تمہیں وہ کام نہ بتاؤں جو سب سے بہتر اور مقبول ہے اور تمہارے لئے انتہائی درجات کا سبب و ذریعہ ہے اور سونا چاندی صدقہ کے طور پر دینے سے افضل ہے حتیٰ کہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ اس جہاد سے بھی افضل، جس میں تم دشمنوں کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں اُڑائیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ کون سا عمل ہے! آپ ﷺ نے فرمایا ذکر اللہ یعنی اللہ کو یاد کرنا اور فرمایا کہ ذاکر کی مثال ایسے ہے جیسے مردوں میں زندہ اور سوکھی گھاس میں ہرا درخت اور

جہاد سے بھاگے ہوؤں میں ثابت قدمی دکھانے والا غازی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے منقول ہے کہ اہل جنت کیلئے سب سے حسرت کا باعث وہ گھڑی ہوگی جو یادِ الٰہی سے غفلت میں گزری۔

ذکر کے چار درجے ہیں ایک تو یہ کہ محض زبانی ذکر ہو دل اس سے غافل اور بے فکر ہو گو کہ اس کا اثر کم ہوتا ہے لیکن بالکل بے اثر نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ زبان جو ذکر الٰہی میں مشغول ہو اس سے بہر حال بہتر ہے جو بے ہودہ باتوں میں مصروف ہو یا بالکل بے کار اور معطل ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے ذکر ہو لیکن اس میں قرار نہ ہو اور گھر نہ کرلے بلکہ دل کو تکلف کے ساتھ مشغول رکھنا پڑے۔ اگر یہ جدوجہد اور تکلف نہ ہو تو دل غفلت یا نفس کے خطرات سے پھر اپنی طبیعت کے مطابق ہو جائے گا۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ذکر دل میں قرار پکڑ لے اور ایسا غالب آجائے کہ دوسرے کاموں کی طرف اسے تکلف سے مشغول کرنا پڑے یہ بڑی سعادت ہے اور چوتھا درجہ یہ ہے کہ جس کا ذکر ہے وہ دل میں بس گیا ہو اور وہ حضرت حق کی ذات گرامی ہے اور ذکر دل میں نہ ہو کیونکہ جس کا دل مذکور کو دوست رکھتا ہو وہ اس سے بہتر ہے جو ذکر کو محبوب رکھتا ہو اور ان میں بڑا فرق ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ ذکر کا خیال بالکل دل سے جاتا رہے اور مذکور ہی مذکور رہ جائے۔ اس لئے کہ ذکر چاہے عربی زبان میں ہو یا فارسی میں تخن نفس سے خالی نہ ہوگا۔ بلکہ عین تخن ہوگا دراصل بات یہ ہے کہ تخن چاہے کسی زبان میں ہو دل ان سب چیزوں سے خالی ہو اور دل میں دوسری کسی چیز کی گنجائش نہ ہو۔ فرطِ محبت جس کو عشق کہتے ہیں یہ صورت اس کا نتیجہ ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ عاشق ہمیشہ معشوق ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور یہ پوزیشن ہو جاتی ہے کہ اس کے تصور اور اس کے کمالات کے خیال میں اس کا نام بھی بھول جاتا ہے جب استغراق کی یہ کیفیت ہو جائے گی تو انسان اپنے آپ کو اور جو کچھ اللہ کے سوا ہے سب کو بھول جائے گا۔ اور تصوف کے راستہ پر گامزن ہو جائے گا۔ صوفیا حضراتؒ اس حالت کو نیستی و فنا سے تعبیر کرتے ہیں یعنی جو کچھ ہے وہ اس کے ذکر کی وجہ سے نیست و نابود ہو گیا حتیٰ کہ خود نیست ہو گیا اور اپنے آپ کو بھی بھول گیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں ہزاروں قسم کی وہ مخلوق ہے جس کی ہمیں خبر نہیں

وہ ہمارے حق میں نیست ہیں اور جن کی ہمیں خبر ہے وہ گویا ہست ہیں اگر وہ مخلوق جو ہمیں معلوم ہے کسی کو بھول جائے تو گویا اس کے حق میں وہ بھی نیست ہوگئی اور جب اپنی خودی کو بھول گیا۔اور جب حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اس کے ساتھ نہ رہی تو اب تنہا وہی اس کے سامنے موجود ہوگا۔ذاکر اللہ کے سوا کچھ نہیں دیکھتا یعنی ہر طرف ہر چیز میں اللہ ہی کی صناعی نظر آتی ہے اور اللہ کے درمیان جدائی نہیں رہتی اور ایک طرح کی یگانگی حاصل ہوجاتی ہے یہ توحید و وحدانیت کا پہلا عالم ہے گویا جدائی اُٹھ گئی۔جدائی اور دوئی کی خبر ہی نہیں رہتی اس لئے کہ جدائی تو وہ جانتا ہے جو دو چیزیں جانے اور یہ جب اپنے آپ سے بے خبر ہوگیا تو جدائی کہاں؟ آدمی جب اس درجہ پر پہنچتا ہے تو فرشتوں کی صورتیں اس پر ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ملائکہ اور انبیاء کرامؑ کی روحیں بڑے حسین و جمیل انداز میں نظر آتی ہیں، اسرار اور عجیب و غریب حالات منکشف ہوتے ہیں۔دنیا اسے ناگوار معلوم ہوتی ہے۔مادی جسم کے اعتبار سے تو آدمی موجود ہوتا ہے لیکن دل کے اعتبار یعنی روحانی طور پر غائب رہتا ہے، لوگوں کو تعجب کی نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں اس لئے کہ یہ لوگ کتنے عمدہ کام سے محروم ہوکر کہاں پھنسے ہوئے ہیں۔جبکہ لوگ اس کی دنیا سے لاتعلقی پر ہنستے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سودائی ہے۔اگر کوئی شخص اس درجہ کو نہ پہنچے اور اس پر ایسے حالات ظاہر نہ ہوں بلکہ محض یادِ الٰہی اس پر غالب ہو تب بھی کیمیائے سعادت ہے اس لئے کہ جب ذکر غالب ہوگا تو اُنس و محبت دل پر چھا جائے گی حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ دوست خیال کرے گا اور یہی اصل سعادت ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوگا تو موت سے اس کے دیدار کے سبب کمال لذت سے حصہ ملے گا اور جو شخص بہت ذکر کرتا ہو اور صوفیاء والے حالات اس پر ظاہر نہ ہوں تو اسے پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ سعادت کا انحصار اس پر نہیں، اس لئے کہ جب دل ذکرِ الٰہی کے نور سے منور ہوگیا تو کمالِ سعادت نصیب ہوگی اور جو کچھ اس جہان میں ظاہر نہ ہوگا وہ مرنے کے بعد انشاء اللہ ظاہر ہوگا تو آدمی کو چاہیے کہ دل کے مراقبہ کا التزام کرے تا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار رہے اور غافل نہ ہو، اسے یقین کرنا چاہیے کہ

دائمی ذکر حضرتِ حق کے عجائبات کی کنجی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جنت کے باغوں کی سیر کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ بکثرت ذکر کرے، ذکر تمام عبادات کا خلاصہ ہے حقیقی ذکر یہ ہے کہ اوامر نواہی کے وقت اللہ کو یاد کرے اور گناہ سے ہاتھ کھینچ لے حکم الٰہی کی تعمیل کرے۔ اگر اللہ کا ذکر اسے منزل پر نہیں لاتا تو سمجھ لو کہ وہ ذکر محض سخن نفس اور بے حقیقت ہے۔

اللّٰہ کی محبت اور شب بیداری

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا ہی مومن کا مقصودِ حیات ہے اور اہل ایمان کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے پھر صحابہ کرام اور پھر دوسرے بزرگان کرام سے اور پھر ساری مخلوق کے ساتھ عالمگیر محبت کرتے اور اس کی خدمت کو مقصودِ اعظم جانتے ہیں۔ اللہ والے سچے صوفی بھی یہی تعلیم دیتے ہیں اور نوافل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے راتوں کو اٹھ کر عبادت کرتے ہیں اور "جو دم غافل سو دم کافر" کو مدِنظر رکھتے ہوئے خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ پانچ وقت کی نماز، اڑھائی فیصد سالانہ زکوٰۃ اور سال میں ایک ماہ کے روزے تو کم از کم نصاب ہے جس کی پابندی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس پر کاربند ہونے سے بھی جنت تو عطا ہو جائے گی لیکن جنت میں تو بے شمار درجات ہیں ان کے حصول کے لئے نوافل کا سہارا لینا بہت ضروری ہے۔ اگر آپ اونچے مقامات کے خواہشمند ہیں تو اونچے درجے کی عبادت بھی کرنا ہوگی۔ خواص میں داخل ہونا ہے تو عوام سے زیادہ کچھ خاص عبادات اور اذکار کو اپنانا ہوگا اور اپنا اخلاق بھی مقربین بارگاہ جیسا بنانا ہوگا۔

(اقتباس از مقصودِ حیات)

درود شریف کے فضائل

(پروفیسر محمد شاهد شبیر هوتوانی)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساری کائنات کو تخلیق فرمایا ان میں سب سے افضل و اشرف مخلوق حضرت انسان ہے اور انسانوں میں افضل ترین اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب فخر دو عالم محمد ﷺ کو بھی تمام عالم کیلئے رحمت بنایا اور مؤمنوں کے حق میں آپ ﷺ کو رؤف و رحیم فرمایا اور اپنی محبوبیت کا تاج آپ ﷺ کے سر پر سجایا اور قیامت کے دن ایسا حق شفاعت دینے کا اعلان فرمایا کہ جس پر سب اوّلین اور آخرین رشک کریں گے، ایسے اعلیٰ و ارفع شان والے محسن اعظم کے حقوق کی ادائیگی سے تو ہم پُر تقصیر، سراسر عاجز و قاصر ہیں لیکن ربّ کریم نے ہماری عاجزی پر کرم فرما کر ایک بہت بڑے لیکن بہت ہی آسان عمل کا حکم دیا ہے اور اس عجیب شان سے حکم دیا کہ یہ حکم تمام احکامات پر فائز ہو گیا، حق تعالیٰ کے احکامات بے شمار ہیں لیکن کسی حکم کے بارے میں حکم دیتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ اس پر میں بھی عمل کرتا ہوں تم بھی اس پر عمل کرو لیکن سرور کائنات ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ میں اور میرے فرشتے بھی میرے حبیب ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں تم بھی میرے حبیب ﷺ پر درود بھیجو۔ جب اللہ تعالیٰ بذات خود رحمت بھیج رہا ہے تو پھر آپ ﷺ کو مزید دُعا و سلام کی کیا ضرورت تھی بس اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے بندے، میرے حبیب نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیج کر اپنی آخرت سنواریں اور درجات حاصل کریں۔ ایک تو یہ ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ خود کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت کے حوالے سے درود شریف کی اہمیت بڑھ گئی۔ دوسرا حکم بھی ہے کہ درود و سلام بھیجو۔ اس عمل کے کرنے میں اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ شریک ہے، "**سبحان اللہ**" کیا مقام ہو گا اس عمل کا کہ بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی اس عمل میں شریک ہو رہے ہوں۔ اس لئے وہ دُعا جس کے اوّل آخر میں درود شریف پڑھا جائے تو اس کی

قبولیت یقینی ہوگی۔۔الغرض آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہدیۂ درود بھیجنا محبوب ترین اور لذیذ ترین عبادت ہے اور دنیا و آخرت کے مسائل کے حل کے لئے مجرب ترین عمل ہے ہمارے اکابرین نے ہر دور میں اس کا اہتمام فرمایا۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "مومن کے بخیل ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جب میرا ذکر اس کے سامنے کیا جائے تو وہ درود نہ بھیجے۔ یعنی یہ ایک مسلمان کے بخیل ہونے کی انتہا ہے کہ اسکے سامنے نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک آئے اور وہ درود نہ بھیجے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر اس شخص کے احسان کا بدلہ دینے کا حکم فرمایا ہے جس نے ہم پر احسان کیا ہو، لیکن حضور اقدس ﷺ کے احسان کا بدلہ ہم دے سکیں اس کا تصور بھی محال ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے عجز و بے بسی کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ کے احسان کے بدلے میں ہمیں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس میں بھی ہمارا ہی نفع ہے اور احسان در احسان ہے کہ اس سے محبت اور بڑھتی ہے، یہ ایمان کا جزو ہے، جہنم سے خلاصی اور جنت کی بشارت نصیب ہوتی ہے اور ہر طرح کی کامیابی کا ضامن ہے۔آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا نہ صرف ہمارا فرض ہے بلکہ ہماری بخشش و مغفرت کا بہترین ذریعہ بھی ہے کیونکہ ایک دفعہ درود شریف بھیجنے سے نہ صرف ہمارے دس گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ دس درجے بلند ہوتے ہیں اور دس نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ پر درود شریف کے تحفے بھیجتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور بالکل پاک و صاف ہوجاتا ہے اس کے بعد اس کے باپ پھر دادا وغیرہ کے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیلؑ حضور اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی طاقت دی ہے کہ میں ساری دنیا کے درختوں کے پتے گن سکتا ہوں، پانی کے قطرے اور ریت کے ذرّے گن سکتا ہوں لیکن اس آدمی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تعداد نہیں گن سکتا جو آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے۔حدیث پاک میں آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مجھ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اُس وقت تک موت نہیں دیں گے جب تک وہ دنیا میں مرنے سے پہلے جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے۔ درود شریف اُخروی فوائد کے ساتھ ساتھ دنیاوی فوائد کیلئے بھی کسی لحاظ سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ درود شریف کے لفظی معانی دُعا کے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کے اعلیٰ مقام اور مقامِ محمود کیلئے دُعا کرتے ہیں۔ درود پاک میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام گرامی آتا ہے اس سے دُعا کو ہوتے ہیں:

اے اللہ! آپ ﷺ پر رحمت و سلام بھیج۔ جونہی درود شریف کے کلمات ہمارے منہ سے نکلتے ہیں فوراً شرفِ قبولیت پا لیتے ہیں۔ ہاں! پیار و محبت اور خلوص جتنا زیادہ ہوگا تو اس کی برکات میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ اور اگر خلوص و محبت کے بغیر بھی من و عن قبول ہو جاتا ہے اور اس کے تمام فضائل و فوائد برقرار رہتے ہیں۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جاتی بلکہ اس کے مقابلے میں دوسری عبادات مختلف درجات رکھتی ہیں جیسے خلوص پیار محبت کے ساتھ ہوگی اتنا درجہ رکھے گی جبکہ درود شریف دکھاوے کے طور پر بھی پڑھا جائے پھر بھی قبولیت کا درجہ رکھتا ہے جبکہ دوسری عبادات شرک کے زمرے میں چلی جاتی ہیں۔ تمام درود شریف رحمت کا ذریعہ ہیں لیکن درود ابراہیمیؑ جو نماز میں پڑھتے ہیں اس کا درجہ تمام درود پاک سے افضل ہے۔ درود شریف کو متواتر اور پیار سے پڑھنے والے شخص کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔

درود شریف پر اجر و ثواب

آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہدیۂ درود شریف پیش کرنا بلاشبہ محبوب ترین عمل اور لذیذ ترین عبادت ہے اور دینی اور دنیوی اعتبار سے درود شریف کا ورد اس قدر فوائد کا حامل ہے کہ جن کا شمار ممکن نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ آبادی سے نکل کر ایک کھجور کے باغ میں پہنچے اور سجدے میں گر گئے،

میں انتظار کرنے بیٹھ گیا تا کہ آپ ﷺ فارغ ہو جائیں تو پھر بات کروں لیکن آپ ﷺ کا سجدہ اتنا طویل تھا کہ مجھے انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہوگئی حتیٰ کہ میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کہیں حضور ﷺ روحِ پاک پرواز تو نہیں کر گئی اور یہ سوچا کہ آپ ﷺ کا ہاتھ ہلا کر دیکھوں۔ کافی دیر کے بعد جب سجدہ سے اُٹھے تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرے پر بڑی بشاشت کے آثار ہیں، میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! آج میں نے ایسا منظر دیکھا جو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، آج آپ ﷺ نے اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ اس سے پہلے اتنا طویل سجدہ نہیں فرمایا اس کی کیا وجہ تھی! اس پر حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ بات یہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے آکر کہا کہ میں آپ کو بشارت سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص بھی ایک بار آپ ﷺ پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص سلام بھیجے گا، میں اس پر سلام بھیجوں گا، اس خوشخبری اور انعام کے شکر میں، میں نے یہ سجدہ لمبا کر دیا۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا کہ جو شخص مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے تو جب تک وہ درود بھیجتا رہتا ہے ملائکہ اس کی رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں، اب جس کا دل چاہے، ملائکہ کی دُعاء رحمت اپنے لئے کم کرے یا زیادہ کر لے۔ دکھ، پریشانی کے وقت درود شریف پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسکی حاجت ضرور پوری فرمائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ سے دعائیں لینے کا طریقہ درود شریف بھیجنا ہے۔ جب درود شریف کا تحفہ وصول فرمائیں گے تو جوابی ہدیہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں گے کہ جس طرح اس بندے نے مجھے ہدیہ بھیجا، اے اللہ! اس بندے کی حاجتیں بھی آپ پوری فرمادیں اور اس کی پریشانیاں دور فرمادیں۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اس نے تنگدستی و بدحالی کی شکایت پیش کی، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”جب تم اپنے گھر میں داخل ہونے لگو تو سلام کرو خواہ اس میں کوئی ہو یا نہ ہو، پھر مجھ پر سلام بھیجو اور ایک بار ”قل ھو اللہ احد پڑھو“۔ اس آدمی نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کی بارش ہی برسادی حتیٰ کہ اس کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں پر بھی۔“

درود شریف حضور ﷺ سے محبت بڑھانے کا ذریعہ

درود شریف پڑھنے پر آخرت میں جو نیکیاں اور جو اجر و ثواب ملنا ہے وہ تو ملے گا لیکن دنیا میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص جتنی کثرت سے درود شریف پڑھے گا اتنا ہی حضور اقدس ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوگا اور جتنی حضور اقدس ﷺ کی محبت بڑھے گی اتنا ہی انسان پر فلاح کے دروازے کھلتے جائیں گے۔

حضور ﷺ کی زیارت کا طریقہ

بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت کا شوق ہو تو وہ جمعہ کی رات کو دو رکعت نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ آیت الکرسی اور گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدِنِ النَّبِی الْاُمِیّ وَ عَلیٰ آلہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

یہ عمل چند مرتبہ کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو حضور ﷺ کی زیارت نصیب فرمائیں گے بشرطیکہ شوق کامل ہو اور گناہوں سے بچتا ہو۔

درود شریف پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں، اعمال پاکیزہ ہوتے ہیں، درجات بلند ہوتے ہیں، اُحد پہاڑ کے برابر اجر لکھا جاتا ہے، جو اپنی دُعاؤں اور اوراد کے بدلے ہر وقت درود پڑھے اس کے دنیا اور آخرت کے تمام اُمور میں کفایت کی جاتی ہے۔ درود شریف پڑھنے سے گناہ مٹ جاتے ہیں، غلام آزاد کرنے سے زیادہ اجر ملتا ہے، حشر کے میدان کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب بنتا ہے، حضور ﷺ کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے غصہ سے امن اور عرش کا سایہ نصیب ہوتا ہے، اعمال کا وزن ترازو میں بڑھ جاتا ہے، حوضِ کوثر کے پانی سے سخت پیاس والے دن سیرابی حاصل ہوتی ہے، جہنم سے آزادی نصیب ہوگی، پُل صراط سے آسانی سے پار ہوگا، موت سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھنا نصیب ہوگا۔

توکل اور اسباب کا استعمال

(محترم سلطان بشیر محمود)

اسباب کیلئے کوشش کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا تقدیر پر ایک ردِّ عمل ہے۔اسی طرح توکل دوسرا ردِّعمل ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔﴿انَّ اللّٰہ یُحب المتوکلین﴾ "اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔(سورۃ آل عمران، آیت 159)

توکل کرنا ایک بہت بڑی عبادت ہے اس لئے اس بات کا بہت بڑا درجہ ہے کہ جو کچھ ہورہا ہے اس پر پریشان نہ ہوں بلکہ توکل کریں۔لیکن اس کا مطلب اسباب کو چھوڑ دینا نہیں ہے توکل ایک عبادت ہے۔اسباب سے فائدہ نہ اٹھانا ناشکری ہے اور ناشکری کا دوسرا نام کفر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اسباب پر توکل کرنا کفر ہے۔جبکہ اپنے ذرائع میں رہتے ہوئے اسباب کے لئے پوری کوشش کرنا اور نتائج کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اسلام ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آکر بیٹھ گیا۔آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے۔اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اسے مسجد کے باہر چھوڑ دیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ "باہر جا کر اونٹ کے پاؤں کو اچھی طرح رسی سے باندھو، پھر اسے درخت کے ساتھ مضبوطی سے باندھ کر آؤ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔وہ گیا اور اس نے ایسے ہی کیا۔حسب استطاعت رسی، درخت اور اونٹ کو باندھنا یہ سب اسباب ہیں اس کے بعد اگر وہ اونٹ رسی تو ڑ کر چلا جاتا ہے، یا کوئی کھول کر لے جاتا ہے یا کوئی چوری کر لیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا توکل ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہر تقدیر پر جو کوشش تم کر سکتے ہو وہ تم ضرور کرو۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اچھی امید کے ساتھ نتائج کا انتظار کرو اور جو بھی نتیجہ سامنے آتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھ کر قبول کر لو۔اس کا نام توکل ہے اور یہ فرض ہے پھر یاد رہے کہ توکل، اللہ تعالیٰ پر ہے اگر اسباب پر کر لیا تو شرک ہوگا۔

دراصل اللہ تعالیٰ پر توکل کے ساتھ اسباب کو استعمال کرنا نبیوں کی سنت ہے۔حضرت محمدﷺ کی حیات مبارکہ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ان کی زندگی میں اتنی جد وجہد ہے، اتنی تدابیر اور کوششیں ہیں کہ کسی اور شخص کی زندگی میں ایسی جدوجہد، تدابیر اور کوششیں نہ پہلے کبھی تھیں اور نہ ہی آئندہ ہونگی۔یہ اس لئے کہ محنت کرنا اللہ کی طرف سے انسان پر فرض ہے۔ نبی پاکﷺ نے فرمایا: اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ "محنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے"۔

اسباب کا ترک کرنا دراصل محنت سے جان چھڑانا ہے جو نکموں کا کام ہے۔یہ توکل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا امتحان لینا ہے جو سراسر بدتمیزی ہے۔اگر توکل یہی ہوتا تو آپﷺ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے ساتھ بیٹھے رہتے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی کرے گا۔لیکن آپﷺ کی جد وجہد بے مثل ہے، آپﷺ نے پتھر بھی کھائے، جنگیں بھی لڑیں، زخمی بھی ہوئے۔ آپﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ﴿او ذیت فی سبیل اللّٰہ ما اوذی من قبلی احد﴾

"جتنا میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ستایا گیا ہوں اور کوئی نبی اتنا نہیں ستایا گیا"۔

آپﷺ نے وہ تمام کوششیں کیں جو کہ ایک انسان کر سکتا تھا لیکن نتائج کیلئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔مانگا تو اسی سے مانگا اسی کی عبادت کی اور اسی سے استقامت طلب کی۔اِیَّا کَ نَعْبُدُوْ وَ اِیَّا کَ نَسْتَعِیْن۔یہ توکل ہے۔

کوشش کی اہمیت کو سمجھنے کیلئے ہمارے سامنے قرآن میں حضرت مریمؑ کی مثال ہے۔ حضرت مریمؑ درد زہ میں مبتلا ہیں۔بہت تکلیف میں ہیں، نقاہت بہت زیادہ ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ سے فرماتے ہیں کہ کھجور ہلاؤ۔جس کے بعد کچھ کھجوریں گرتی ہیں جو وہ کھاتی ہیں اور طاقت حاصل کرتی ہیں۔کہاں ایک کمزور عورت اور کہاں وہ تناور کھجور کا درخت۔آپ بھی کبھی ہلا کر دیکھیں کہ کھجوریں گرتی ہیں یا نہیں گرتیں۔لیکن مریمؑ سے کہا گیا کہ درخت ہلاؤ۔اپنی کوشش کا حصہ ڈالو، پھر کھجوریں گریں گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ "اللہ تعالیٰ میری قوم کو پانی

کی بہت ضرورت ہے وہ مجھ سے پانی کا مطالبہ کر رہی ہے، اس صحرا میں پانی نہیں ہے ۔ اے اللہ پانی عطاء کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اپنا عصا پہاڑ پر مارو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پہاڑ پر مارا تو وہاں سے بارہ چشمے پھوٹے اور ہر قبیلے کو ایک ایک چشمہ دے دیا گیا۔ اب سوچیں کہ پہاڑ پر عصا کیوں مارا گیا۔ آپ مار کر دیکھیں۔ مارتے جائیں پانی نہیں نکلے گا۔ اگر چہ وہ ایک معجزہ تھا لیکن پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصا چلانے کو کہا گیا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام سے بھی کچھ حصہ ڈلوانا منظور تھا۔

کرتا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن وہ پسند فرماتا ہے کہ کام کے ہونے میں اس کے بندے کا بھی حصہ ہو۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کی عزت افزائی ہے۔ مطلب یہ کہ اسباب کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہمارے اوپر لازم ہے۔ یہ نبی پاک ﷺ کی اہم ترین سنت طیبہ ہے ان کا استعمال نہ کرنا ناشکری ہے۔ اس کے بعد نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا توکل ہے۔ اسباب کو استعمال کئے بغیر اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا نبی پاک ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ "یہ جو پانی ہے کیا یہ خود بخود تمہارے ہونٹوں تک پہنچ جائے گا"؟ کبھی نہیں پہنچے گا بے شک آپ دعائیں کرتے رہیں کہ اے اللہ تعالیٰ اس گلاس میں جو پانی ہے یہ میرے منہ میں آ جائے۔ میری پیاس بجھ جائے، لیکن جب تک میں گلاس اٹھا کر پانی نہیں پیؤں گا پیاس نہیں بجھے گی۔ پانی میں پیاس بجھانے کی جو خاصیت ہے وہ اس کی تقدیر ہے لیکن منہ میں ڈالنا اسباب کا حصہ ہے۔ جس کے بغیر بات نہیں بنے گی۔ رب تعالیٰ نے قانون بنا دیا کہ بندہ اپنا حصہ ضرور ڈالے۔ اس لئے محنت کرنا لازمی امر ہے۔ اس کے نتائج اللہ کی مرضی پر ہیں۔ یہی ایک مسلم اور غیر مسلم کی سوچ میں فرق ہے۔ غیر مسلم اپنی محنت پر توکل کرتا ہے جبکہ مسلمان محنت تو کرتا ہے لیکن توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی کرتا ہے۔

قائداعظمؒ کی قرآن فہمی

(ڈاکٹر صفدر محمود)

اکثر محفلوں میں یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ قائداعظمؒ کی تقاریر میں جا بجا قرآن حکیم سے رہنمائی کا ذکر ملتا ہے۔ کیا انہوں نے قرآن مجید پڑھا ہوا تھا اور کیا وہ قرآن مجید سے رہنمائی لیتے تھے؟۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو اس کے شواہد یا ثبوت دیجئے۔ رضوان احمد مرحوم نے گہری تحقیق اور محنت سے قائداعظمؒ کی زندگی کے ابتدائی سالوں پر کتاب لکھی۔ اس تحقیق کے دوران انہوں نے قائداعظمؒ کے قریبی رشتے داروں کے انٹرویو بھی کئے۔ رضوان احمد کی تحقیق کے مطابق قائداعظمؒ کو بچپن میں قرآن مجید پڑھایا گیا جس طرح سارے مسلمان بچوں کو اس دور میں پڑھایا جاتا تھا۔ وزیر آباد کے طوسی صاحب کا تعلق شعبہ تعلیم سے تھا اور وہ اعلیٰ درجے کی انگریزی لکھتے تھے۔ قیام پاکستان سے چند برس قبل انہوں نے بڑے جوش و خروش سے پاکستان کے حق میں نہایت مدلل مضامین لکھے جو انگریزی اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ ملازمت کے سبب طوسی صاحب نے یہ مضامین قلمی نام سے لکھے تھے۔ قائداعظمؒ ان کے مضامین سے متاثر ہوئے اور انہیں ڈھونڈ کر بمبئی بلایا۔ قائداعظمؒ ان سے کچھ کام لینا چاہتے تھے چنانچہ طوسی صاحب چند ماہ ان کے مہمان رہے جہاں وہ دن بھر قائداعظمؒ کی لائبریری میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی یادداشتوں میں لکھا کہ قائداعظمؒ کی لائبریری میں قرآن حکیم کے کئی انگریزی تراجم اسلامی و شرعی قوانین، اسلامی تاریخ اور خلفائے راشدین پر اعلیٰ درجے کی کتب موجود تھیں اور وہ اکثر سید امیر علی کا قرآن کا ترجمہ شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ انہیں مولانا شبلی نعمانی کی "الفاروق" کا انگریزی ترجمہ بھی بہت پسند تھا جس پر کئی مقامات پر قائداعظمؒ نے نشانات لگا رکھے تھے۔ کئی دہائیاں قبل طوسی صاحب کے مضامین لاہور کے ایک معاصر اخبار میں شائع ہوئے تھے۔

مجھے معلوم نہیں کہ انہیں کتابی صورت میں شائع کیا گیا یا نہیں۔

اس حوالے سے عینی شاہدین کی یادیں ہی بہترین شہادت ہوسکتی ہیں۔ایک روز میں جنرل محمد اکبر خان آرمی پی اے نمبر ا کی سوانح عمری "میری آخری منزل" پڑھ رہا تھا تو اس میں ایک دلچسپ واقعہ نظر سے گزرا۔جنرل اکبر نہایت سینئر جرنیل تھے اور قیام پاکستان کے وقت بحیثیت میجر جنرل کمانڈر فرسٹ کور تعینات ہوئے۔جن دنوں قائداعظمؒ زیارت میں بیماری سے لڑ رہے تھے انہوں نے جنرل اکبر اوران کی بیگم کو تین دن کے لئے زیارت میں بطور مہمان بلایا اور اپنے پاس ٹھہرایا۔جنرل اکبر 25 جون 1948ء کو وہاں پہنچے ان کی قائداعظمؒ سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ایک ملاقات کا ذکران کی زبانی سنئے۔"ہمارے افسروں کے سکولوں میں ضیافتوں کے وقت شراب سے جام صحت پیا جاتا ہے۔کیونکہ یہ افواج کی قدیم روایت ہے۔میں نے قائداعظمؒ سے کہا کہ شراب کے استعمال کو ممنوع کرنے کا اعلان فرمائیں۔قائداعظمؒ نے خاموشی سے اپنے اے ڈی سی کو بلوایا اور حکم دیا کہ "میرا کانفیڈینشل باکس لے آؤ" جب بکس آ گیا تو قائداعظمؒ نے چابیوں کا گچھا اپنی جیب سے نکال کر بکس کو کھول کر سیاہ مراکشی چمڑے سے جلد بند ایک کتاب نکالی اور اسے اس مقام سے کھولا جہاں انہوں نے نشانی رکھی ہوئی تھی اور فرمایا جنرل یہ قرآن مجید ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ "شراب ومنشیات حرام ہیں" کچھ تبادلہ خیال کے بعد سٹینو کو بلوایا گیا۔قائداعظمؒ نے ایک مسودہ تیار کیا،قرآنی آیات کا حوالہ دے کر فرمایا شراب ومنشیات حرام ہیں۔میں نے اس مسودے کی نقل لگا کر اپنے ایریا کے تمام یونٹ میں شراب نوشی بند کرنے کا حکم جاری کیا جو میری ریٹائرمنٹ تک موثر رہا۔میں نے قائداعظمؒ سے عرض کیا کہ ہم نے بنیادی طور پر آپ کی تقریروں سے رہنمائی حاصل کی۔آپؒ نے فرمایا ہے کہ ہم مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن مجید سے رہنمائی لینی چاہیے۔ہم نے دفاعی نقطہ نظر پر ریسرچ شروع کر دی ہے اور کچھ مواد بھی جمع کرلیا ہے۔قائداعظمؒ نے اس تحریک کو پسند فرمایا۔ہماری ہمت افزائی ہوگئی (صفحہ 282-281)۔ اس حوالے سے ایک عینی شاہد کا اہم انٹرویو منیر احمد منیر کی کتاب

"دی گریٹ لیڈر" حصہ اوّل میں شامل ہے۔ یہ انٹرویو عبدالرشید بٹلر کا ہے جو ان دنوں گورنر ہاؤس پشاور میں بٹلر تھا۔ جب قائداعظمؒ گورنر جنرل کی حیثیت سے سرحد کے دورے پر گئے اور گورنر ہاؤس پشاور میں قیام کیا۔ انٹرویو کے وقت عبدالرشید بٹلر بوڑھا ہو کر کئی امراض میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس عینی شاہد کا بیان پڑھئے اور غور کیجئے "میری ڈیوٹی ان کے کمرے پر تھی اور قائداعظمؒ کے سونے کے کمرے کے سامنے میرا کمرہ تھا اس لئے کہ جب وہ گھنٹی بجائیں اور انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں فوراً پہنچ جاؤں۔

سوال: انہوں نے کوئی چیز طلب کی؟ جواب: اس اثناء میں انہوں نے کبھی پانی اور کبھی چائے مانگی سوال: جب آپ ان کے لئے پانی، چائے لے کر گئے وہ کیا کر رہے تھے؟ جواب: وہ بیٹھے خوب کام کر رہے تھے۔ دن بھر کی مصروفیات کے باوجود انہوں نے آرام نہیں کیا۔ جب کام کرتے کرتے تھک جاتے تو کمرے میں اِدھر اُدھر جاتے۔ میں نے خود دیکھا کہ انگیٹھی (مینٹل پیس) پر رحل میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے، اس پر ماتھا رکھ کر رو پڑتے تھے۔ سوال: قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں، رو پڑتے ہیں اس دوران کوئی دعا بھی مانگتے تھے؟ جواب: میری موجودگی میں نہیں سوال: اس موقع پر ان کا لباس؟ جواب: شلوار اچکن۔ سوال: لیکن میں نے جو سنا ہے کہ رات گئے ان کے کمرے سے ٹھک ٹھک کی آواز آئی۔ شبہ ہوا کوئی سرخ پوش نہ کمرے میں گھس آیا ہو؟ جواب: اسی رات۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ ہر کوئی گہری نیند سو رہا تھا۔ ڈیوٹی پر موجود پولیس اپنا فرض ادا کر رہی تھی کہ اچانک ٹھک ٹھک کی آواز ہاؤس کا سناٹا چیرنے لگی۔ آواز میں تسلسل اور ٹھہراؤ تھا۔ میں فوراً چوکس ہوا۔ یہ آواز قائداعظمؒ کے کمرے سے آ رہی تھی۔ ہمیں خیال آیا کہ شاید کوئی چور گھس گیا ہے۔ ڈیوٹی پر موجود پولیس آفیسر بھی ادھر آ گئے۔ پولیس اِدھر اُدھر گھوم رہی تھی کہ اندر کس طرح جھانکا جائے؟ ایک ہلکی سی درز شیشے پر سے پردہ سرکنے سے پیدا ہو چکی تھی۔ اس سے اندر کی موومنٹ دیکھی جا سکتی تھی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ قائداعظمؒ انگیٹھی پر رکھے ہوئے قرآن حکیم پر سر جھکائے کھڑے ہیں۔ چہرہ آنسوؤں سے تر ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں

ٹہلنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر قرآن حکیم کی طرف آتے ہیں اس کی کسی آیت کا مطالعہ کرنے کے بعد پھر چلنے لگتے ہیں۔ جب ان کے پاؤں لکڑی کے فرش پر پڑتے ہیں تو وہ آواز پیدا ہوتی ہے جس نے ہمیں پریشان کر رکھا تھا۔ آیت پڑھ کر ٹہلنا یعنی وہ غور کر رہے تھے کہ قرآن کیا کہتا ہے۔ اس دوران میں وہ کوئی دعا بھی مانگ رہے تھے۔(صفحات 40-239)

غور کیجیے جنرل اکبر سے گفتگو کے دوران بکس منگوانا اور اس سے قرآن نکالنے کا مطلب ہے قائداعظمؒ قرآن اپنے ساتھ رکھتے تھے اور پھر فوراً نشان زدہ صفحہ نکالنے کا مطلب ہے وہ قرآن حکیم پڑھتے، غور کرتے اور نشانیاں بھی رکھتے تھے۔ یہی باتیں عبدالرشید بٹلر نے بھی بتائیں۔ جہاں تک شراب پر پابندی کا تعلق ہے قائداعظمؒ نے 27 جولائی 1944 کو ہی راولپنڈی کی ایک تقریب میں ایک سوال کے جواب میں اعلان کر دیا تھا کہ پاکستان میں شراب پر یقیناً پابندی ہوگی"۔ (بحوالہ قائداعظمؒ کے شب و روز، خورشید احمد خان مطبوعہ مقتدرہ قومی اسلام آباد(صفحہ 10)

یہی وہ بات ہے جس سے روشن خیال بدکتے اور پریشان ہو کر سیکولرزم کا پرچار کرنے لگتے ہیں۔ قائداعظمؒ ایک سچے اور کھرے انسان تھے۔ وہ وہی کہتے جو خلوص نیت سے محسوس کرتے اور جس پر یقین رکھتے تھے۔ 19 اگست 1941 کو ایک انٹرویو میں قائداعظمؒ نے کہا "میں جب انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور قوم کے محاورہ کے مطابق میرا ذہن خدا اور بندے کے باہمی رابطہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کا یہ تصور محدود نہیں ہے۔ میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ماہر دینیات، البتہ میں نے قرآن مجید اور اسلامی قوانین کا مطالعہ کیا ہے۔ اس عظیم الشان کتاب میں اسلامی زندگی سے متعلق زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کیا گیا ہے۔ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآن حکیم کی تعلیمات سے باہر ہو"۔ (گفتار قائداعظمؒ احمد سعید صفحہ 261)

قائداعظمؒ نے اسلام کو مکمل ضابطہ حیات اور قرآن حکیم پر غور کا ذکر سینکڑوں مرتبہ کیا اور اگر وہ قرآن مجید کا مطالعہ اور اس پر غور کرنے کے عادی نہ ہوتے تو کبھی ایسی بات نہ کرتے۔ 12 جون 1938 کو انہوں نے جو کہا اسے وہ مرتے دم تک مختلف انداز سے دہراتے رہے۔

ان کے الفاظ پرغور کیجئے۔مسلمانوں کے لئے پروگرام تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ان کے پاس چودہ سو برس سے ایک مکمل پروگرام موجود ہے اور وہ قرآن پاک ہے۔قرآن پاک میں ہماری اقتصادی، تمدنی و معاشرتی اصلاح و ترقی کا سیاسی پروگرام بھی موجود ہے۔میرا اسی قانونِ الٰہی پر ایمان ہے اور جو میں آزادی کا طالب ہوں وہ اسی کلام الٰہی کی تعمیل ہے۔ (ہفت روزہ انقلاب 12 جون 1938 بحوالہ احمد سعید صفحہ 216) قرآن فہمی کا فیض ہوتا ہے روشن باطن، جوابدہی کا خوف اور زندہ ضمیر۔قائداعظمؒ نے ایک بار اپنے باطن کو تھوڑا سا آشکار کیا ان الفاظ میں اس کی جھلک دیکھئے اور محمد علی جناح قائداعظمؒ کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:"مسلمانو! میں نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا۔ دولت، شہرت، اور عیش وعشرت کے بہت لطف اٹھائے۔اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد سربلند دیکھوں۔میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔میں آپ سے داد اور صلہ کا طلب گار نہیں ہوں میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل، میرا ایمان اور میرا ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے واقعی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔جناح تم مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے۔میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبہ میں اسلام کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔ (انقلاب لاہور 22 اکتوبر 1939 بحوالہ احمد سعید صفحہ 233) قائداعظمؒ کے الفاظ کو غور سے پڑھیں تو محسوس ہوگا کہ یہ روشن باطن، زندہ ضمیر، اسلام اور مسلمانوں سے محبت اور خوف الٰہی قرآن فہمی ہی کا اعجاز تھا اور مسلمانانِ ہند و پاکستان کتنے خوش قسمت تھے جنہیں ایسا رہنما ملا۔اسی لئے تو اقبالؒ جیسا عظیم مسلمان فلسفی، مفسر قرآن اور زندہ کلام کا شاعر قائداعظمؒ کو اپنا لیڈر مانتا تھا۔بشکریہ! (روزنامہ جنگ 16-03-2014)

ہم کیوں کفر سے اسلام میں داخل ہوئیں

(محمد انور میمن)

امریکہ میں لیڈی ڈاکٹر کا قبول اسلام

امریکہ کی اس نوجوان ڈاکٹر نے ترجمہ قرآن پاک کا ناقدانہ نظر سے مطالعہ کیا ہے، دوران مطالعہ وہ اس کے اندر (مغرب کی مزعومہ) غلطیاں ڈھونڈتی تھی، لیکن اس وقت اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اسے اس لازوال کتاب میں اپنے ہر اس سوال کا تسلی بخش جواب مل گیا، جو بچپن ہی سے اس کے ذہن میں گردش کیا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ بعد ہی اس نے اپنے قبولِ اسلام کا اِعلان کردیا اور اب اس کا اسلامی نام ماریہ ہے۔

25 سال کی جواں سال امریکن ڈاکٹر اپنی سرگزشت آپ ہی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ امریکہ کے صوبہ کلیولینڈ میں میری پرورش ایک دیندار متشدد کیتھولک گھرانے میں ہوئی، علم النفس میں، میں نے BA کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد میں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا جہاں اس وقت میں MA کا مقالہ تیار کررہی ہوں، مگر میں اپنے عقائد اور افکار و خیالات سے مطمئن نہیں تھی۔ مجھے ہمیشہ ایک مبہم سا، انجانا کرب اور اضطراب ستاتا رہتا تھا اور "تثلیث" کی ماہیت وحقیقت کے متعلق میرے ذہن میں طرح طرح کے سوالات اٹھتے رہتے۔ مزید برآں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ اور آرتھوڈکس فرقوں میں بٹ کر نصرانیت و مسیحیت کا تصور کیوں مختلف ہو جاتا ہے اور ہر ایک کے اندر اس کا ایک خاص مفہوم کیوں متعین ہو جاتا ہے؟ میرا ایمان تو صرف ایک اللہ پر تھا، غلطی وسچائی اور حق و ناحق کے درمیان میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی، مگر اسلام کے متعلق سنجیدگی سے اس زاویہ نظر سے کبھی نہیں سوچا کہ یہ بھی کوئی قابل قبول اور قابل تقلید دین ومذہب ہے۔ اسلام کے متعلق میرا جو کچھ تصور تھا، وہ صرف یہ تھا کہ

وہ یرغمالیوں اور جنگوں اور دہشت گردی و تشدد پسندی، انتہاء پرستی و بنیاد پرستی کا دین ہے اور مسلمان قتل وخونریزی، ظلم وسفاکی کی خوگر ایک وحشی قوم ہے۔

محترمہ ماریہ مزید کہتی ہیں: "میرے قبول اسلام کی کہانی اس وقت شروع ہوئی جب میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ترجمہ قرآن پاک کا تنقیدی نگاہ سے مطالعہ شروع کیا تا کہ مجھے یہ معلوم ہو سکے کہ آیا یہ حق ہے یا باطل؟ لیکن اس وقت میں حیرت ومسرت کے ملے جلے جذبات میں ڈوب کر رہ گئی جب میں نے دیکھا کہ اسلام کا عقیدہ تو نہایت واضح روشن اور صاف ستھرا ہے اور اس کے اندر خدا کا جو تصور ہے وہ بھی بے غبار ہے یعنی "انما ھو الٰہ واحد" تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے"۔

مطالعہ کے بعد مجھے ایک طرح کی ذہنی آسودگی اور قلبی اطمینان وسکون حاصل ہوا اور جو سوالات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے، قرآن میں مجھے ہر ایک کا تسلی بخش جواب مل گیا۔ اس کے بعد تو میں نے قرآن پاک اور دیگر اسلامی موضوعات کے مطالعہ کو اپنا محبوب مشغلہ بنالیا اور اسلام کو گہرائی سے سمجھنے کے لئے اچھی طرح مطالعہ کیا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی سیرت اور اسلامی تاریخ کا بھی مطالعہ کیا۔ اسلام نے صنف نازک کو جو مقام مرتبہ اور حقوق صدیوں سے دے رکھے ہیں اس نے میری نگاہوں کو خیرہ کر دیا جب کہ امریکہ میں عورتوں کو اپنے حقوق کی بازیابی اور برابری کے مطالبے کی تاریخ چند سالوں سے زیادہ نہیں۔

اس کے بعد دوسرا قدم میں نے یہ اٹھایا کہ مسلم مردوں، عورتوں اور ان کے عائلی وخانگی زندگی کا تجزیہ کرنا شروع کیا اور امریکہ کی اور ان کی معاشرتی واجتماعی زندگی کا تقابل وموازنہ کیا اور یہ بھی میری خوش قسمتی ہے کہ حسن اتفاق سے میری ملاقات بعض دیندار اور شریف مسلم گھرانوں سے ہوئی ان کے طریقہ زندگی، طرز معاشرت، خانگی آداب، بچوں کی نگہداشت اور ان کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ دیکھ کر میں مسحور ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے

سے پیار و محبت کا معاملہ کرتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہے اور اس کا بالمقابل جو بھی کام کرتا ہے اسے قدر و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور یہ وہ بات ہے جو امریکہ کے بیشتر گھرانوں میں عنقاء ہے۔

سوال: آپ یہ بتایئے اسلام میں عورتوں کے ساتھ جو احکام مخصوص ہیں ان میں کون سا حکم آپ کو سب سے زیادہ پسند آیا؟

جواب: حجاب کیونکہ مجھے مکمل یقین اور اطمینان ہے کہ عورت کا اپنے جسم کو ڈھکا رکھنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ مردوں سے کمتر ہے، بلکہ یہ اس کا تحفظ اور احترام و اکرام کا خاص حق ہے اس طرح اسلام مطلقہ عورتوں کو خاص مدت تک نفقہ دیتا ہے اور مزید اسے شوہر کے گھر میں رہنے کی اجازت بھی دیتا ہے۔ اگر امریکہ میں ایسا ہوتا تو ہزاروں مطلقہ عورتیں یوں بے گھر، دربدر ماری ماری نہ پھرتیں۔ پھر یہ کہ اسلام نے عورتوں کی اصلی ذمہ داریوں کی بھی وضاحت کے ساتھ تحدید کی ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ اپنے گھر اور بال بچوں کی نگہداشت کرے کیونکہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وقت دینا دراصل تہذیب و تمدن کی تعمیر و ترقی کے مترادف ہے بصورت دیگر بچے شتر بے مہار کی طرح بغیر تربیت کے پرورش پائیں گے جیسا کہ آجکل امریکہ میں عام طور سے دیکھنے کو ملتا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں ہم امریکہ کے معاشرہ میں کس طرح اسلامی دعوت دے سکتے ہیں؟

جواب: امریکیوں کے نزدیک اسلام کا تصور نہایت ہی گھناؤنا اور مسخ شدہ ہے جو بہت حد تک سیاست سے جڑا ہوا ہے۔ ذہنی طور سے وہ اسلام کو ایک جنگجو اور لڑاکا مذہب گردانتے ہیں جو ہمیشہ آمادہ قتل و خونریزی اور آمادہ دہشت و بربریت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کبھی بھی اسلام کو ایک نظام حیات کے طور پر نہیں دیکھتے اس لئے ہمارے لئے سب سے زیادہ جو ضروری ہے وہ یہ کہ ہم انہیں اسلام کا ہر زاویہ سے تعارف کرائیں اور انہیں یہ بتائیں کہ اسلام ایک مکمل ہمہ گیر نظام حیات ہے اور ان کے سامنے عملی زندگی میں اچھا نمونہ پیش کریں اور ہم تمام مسلمان اپنے خاندانوں کی عمارتیں اسلامی اصولوں کی بنیادوں پر استوار کریں۔

خودی اقبالؒ کی نظر میں

(سید قاسم محمود)

اقبالیات کے عظیم مفسر اور شارح ڈاکٹر محمد رفیع الدین نے اپنی تصنیف "حکمت اقبال" میں اقبال کے فلسفہء خودی کی تشریح کی ہے۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: "اقبال کی حکمت میں خودی سے مراد وہ شعور ہے جو خود شناس اور خود آگاہ ہو اور اپنی ذات اور اپنے مقاصد کا احساس یا شعور رکھتا ہو، لیکن یہاں شعور کا مطلب ہوش یا تمیز نہیں، بلکہ وہ چیز ہے جس کا خاصہ ہوش یا تمیز رکھنا ہے یا جس کی وجہ سے ایک انسان تمیز یا ہوش رکھتا ہے۔انسان میں یہی چیز ہے جو خود شناس یا خود آگاہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو "میں" کہتی ہے،اس لئے اقبال اس کو "انـــا" یا "ایغو" "من" بھی کہتے ہیں اور پھر یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان زندہ ہے اور جب مرتا ہے تو یہی وہ چیز ہے جو اس کے جسم سے رخصت ہو جاتی ہے،اسلئے اقبال اس کے لئے "روح" اور "جـان" کے الفاظ بھی استعمال کرتا ہے اور اس کو "زندگی" اور "حیات" کے ناموں سے بھی تعبیر کرتا ہے۔

زندگی بغیر شعور کے نہیں ہوتی ،لہذا ان معنوں میں کہ شعور زندگی ہے،ایک خاص سطح کا شعور حیوان میں بھی موجود ہے،لیکن حیوان کا شعور آزاد نہیں ، بلکہ قدرت کی پیدا کی ہوئی نا قابل تغیر جبلتوں کے ماتحت کام کرتا ہے۔اس کے برعکس انسان کا شعور جبلتوں سے آزاد ہو کر اور ان کی مخالفت میں بھی عمل کرتا ہے،اس لئے کہ وہ خود شناس اور خود آگاہ ہے اور اپنے مقاصد کو جانتا ہے حیوان اپنے شعور کی وجہ سے فقط سوچتا، جانتا اور محسوس کرتا ہے،لیکن انسان اپنے شعور کی وجہ سے نہ صرف جانتا،سوچتا اور محسوس کرتا ہے بلکہ جب وہ کرتا ہے تو وہ جانتا بھی ہے کہ وہ جانتا،سوچتا اور محسوس کرتا ہے ۔اسلئے ہم انسان کے شعور کو خود شناس اور خود آگاہ کہتے ہیں ۔اسے شعور نہیں بلکہ خود شناسی،خود شعوری یا خود آ گاہی کہنا چاہیے۔اقبال اسی کو "**خودی**" کہتے ہیں۔

خود آگاہی: خود آگاہی خودی کی ایک حیرت انگیز خصوصیت ہے۔اسی خصوصیت کی وجہ سے کائنات بر پا ہے اور انسان کی ساری تگ ودو اور جدوجہد اسی خاصیت کی وجہ سے ہے۔اسی کی وجہ سے خودی اپنے آپ کو آنکھوں کے بغیر دیکھتی ہے، کانوں کے بغیر سنتی ہے، بلکہ اپنے آپ کو کسی حس کی مدد کے بغیر براہ راست پوری طرح سے جانتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں ہوں، کیونکہ میں سوچ رہا ہوں، جان رہا ہوں اور خوشی یا غم محسوس کر رہا ہوں لیکن میری کوئی حس مجھے اپنے آپ کو جاننے میں مدد نہیں دے رہی۔اگر چہ میں اپنی خودی کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا، لیکن اس کے باوجود ان آنکھوں کے بغیر اس طرح سے دیکھ رہا ہوں کہ میرے لئے اپنے آپ کا علم ان چیزوں کے علم سے بدرجہا زیادہ یقینی ہے جن کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ بلکہ میں جن چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر جانتا ہوں، ان کا جاننا میرے لئے اسی وجہ سے ممکن ہے کہ میں اپنی خودی کو جانتا ہوں، کیونکہ ان کا علم وہی ہے جس کو میری خودی جانتی ہے اور میری خودی سے باہر ان کا کوئی علم نہیں، لہٰذا اگر میں اپنی خودی کو نہ جانوں تو دنیا کی کسی چیز کو دیکھنے کے باوجود نہیں جان سکتا۔اگر دنیا بھر میں کسی چیز کا یقینی علم ہمیں حاصل ہے تو وہ فقط اپنی خودی کا علم ہے۔ ہم اپنی خودی کے علم سے ہی اپنے دوسرے غیر خودی کے علم کو پرکھتے ہیں۔

خودی کا وجود فریب یا وھم نھیں: خارج کی دنیا کے متعلق ہمارا علم قیاسی ہے اور ہمارا قیاس حواس پر مبنی ہوتا ہے۔حواس کے تاثرات کے بدلنے سے خواہ اس کا کوئی سبب خارج میں ہو یا نہ ہو، ہمارا علم بدل جاتا ہے، اس لئے کوئی شخص کائنات کے متعلق تو کہہ سکتا ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں، اور زمین و آسمان درحقیقت موجود نہیں ہیں یا ان کی حیثیت ایک ایسے خواب یا وہم سے زیادہ نہیں جو خالق کائنات کی ہستی کے لئے ایک پردے کا کام دے رہا ہے لیکن کوئی شخص خودی کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اور وہ ایک وہم ہے۔خودی کا وجود محسوس دنیا، خارجی دنیا یا مادی دنیا کی چیز نہیں۔یہی سبب ہے کہ ہمارے حواس اور ہمارے قیاسات اس کو جاننے کا وسیلہ نہیں بنتے۔

زمان و مکاں سے بے نیازی: اس کے باوجود کہ خودی انسان کے جسد عنصری میں جاگزیں ہے جو سلسلہ لیل و نہار کی پابندیوں میں گھرا ہوا ہے، وہ خود زمان و مکاں کی حدود و قیود سے آزاد ہے، کیونکہ وہ اپنے خیال کے ذریعے سے ادھر ماضی اور مستقبل کی انتہاؤں تک اور ادھر کائنات کے دور دراز گوشوں تک جہاں روشنی بھی کروڑوں برس میں آتی ہے، آنِ واحد میں جا پہنچتی ہے۔

چونکہ ہم خودی کو کسی حالت میں بھی نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہاتھوں سے چھو سکتے ہیں اور غیر کی خودی اپنی خودی نہیں ہوتی کہ ہم حواس کی مدد کے بغیر براہ راست اسے دیکھ سکیں۔ ہم غیر کی خودی کا علم خواہ وہ خودی خدا کی ہو یا انسان کی، فقط اس کے مظاہر اور اثرات اور اعمال اور افعال کے مطالعے ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔

خودی ایک نورانی طاقت ہے: خودی ایک نور ہے، لیکن مادی روشنیوں میں سے کوئی روشنی ایسی نہیں جو اس کی مماثل ہو اور پھر خودی ایک قوت ہے لیکن مادی قوتوں میں سے کوئی قوت ایسی نہیں جس کے ساتھ اس کو مشابہت دی جا سکے۔ یہی وہ نورانی طاقت ہے جس کا انسان میں اور دنیا کی ہر چیز میں ظہور ہے۔ یہی زندگی ہے۔

مشکلات پر غالب آنے کی کوشش: لفظ خودی کی اس تشریح سے ظاہر ہے کہ اقبالؒ نے اس لفظ کو استعمال کر کے انگریزی لفظ Self کا فارسی یا اردو ترجمہ کیا ہے، جو مدت سے فلسفہ کی ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہو رہا ہے لیکن افسوس ہے کہ خودی کی اس سادہ اور معروف فلسفیانہ اصطلاح کو سمجھنے میں بالعموم اقبال کے ایسے معتقدین کو بھی دقت آتی ہے جو اس کے بہت قریب رہے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ خودی کا لفظ اب تک فارسی اور اردو میں ایک اور معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے، یعنی خود پرستی، خود مختاری، خودسری، خودرائی، خودپسندی، خودغرضی، غرور، نخوت اور تکبر کے معنوں میں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود اقبال نے بھی اپنی قوم کی موجودہ حالت کے پیش نظر خودی کی گوناگوں فطری صفات میں سے اس صفت پر خاص زور دیا ہے جس کا ایک پہلو خودنمائی ہے یا ذوقِ تفوق ہے۔

مرکز سے ہدایات

موجودہ مادی دور علم وفنون اور عمل کا دور ہے، تحقیقات اور نئی ایجادات کا دور ہے انسان فطرت کی طاقتوں کو مسخر کر کے مادی آسائشوں کے ڈھیر لگا کر دنیا کو پر کیف اور پرسکون بنانے کے لئے تگ و دو کر رہا ہے اور راحت و مسرت سے بھرپور زندگی کی تلاش میں سرگرداں ہے جیسے مادی ساز و سامان بڑھ رہا ہے روحانی سکون اور قلبی اطمینان مفقود ہوتا جا رہا ہے اور روح کے کرب واضطراب میں مزید اضافہ ہو رہا ہے اور علم حقیقی کو سیکھنا نفس کو بہت شاق گزرتا ہے۔

علم سے مراد علم الٰہی ہے جس کے ذریعے یقین کامل ہوتا ہے۔ علوم و معارف قرب الٰہی کی راہیں صرف ان لوگوں کے لئے کھلی ہیں جو زہد و تقویٰ اختیار کرتے ہیں تقویٰ اور کمال زُہد سے بندہ علم میں راسخ ہو جاتا ہے اور پھر دل کا آئینہ اس قدر مصفا ہو جاتا ہے کہ ایک حد تک " لوحِ محفوظ" کے سامنے پہنچ جاتا ہے۔ جو شخص حکمت کی باتیں سن کر پڑھ کر انہیں پسند کرتا ہے مگر اس کے دل میں عمل کا عزم اور حوصلہ نہیں ہوتا تو یہ باتیں اس کے دل سے محو ہو جاتی ہیں اور جو عمل کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہے مگر خواہشات نفس اسے نیک عمل کرنے سے روک دیتی ہیں۔

علم کے بغیر عمل کرنے والے کے اعمال اکثر اوقات بجائے ثواب کے خراب ہو جاتے ہیں۔ "علم عمل کی بنیاد ہے اور عمل اس کے تابع ہے" (الحدیث) علم پر ہی اعمال کا دارومدار ہے۔ چونکہ علم کا مرکز انسانوں کے قلوب ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی مطالعہ کتب سے اپنا علمِ خاص القاء فرماتا ہے اور علم کے دروازے کھولتا ہے۔ بعض اوقات سالک کو ترقی درجات مطالعہ سے نصیب ہوتا ہے اور باطنی اسرار بھی کھلتے ہیں: خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ نے محمد مرتضٰی صاحب کو خط میں تحریر فرمایا کہ: ''مجھے ملنا اتنا مفید نہیں جتنا کہ میرے کہنے اور تعلیم پر عمل کرنا''۔ ''فائدہ تو پیر کی تعلیم پر چلنے سے ہوتا ہے نہ کہ زیارت سے۔ میں نے دو پیروں سے بیعت کی تھی۔ مجھے جو کچھ بھی ملا وہ اُن کی تعلیم پر پورے جوش سے عمل کرنے اور پھر خدا کی مہربانی سے۔''

بانیٔ سلسلہؒ نے تصوف وسلوک کی تعلیم کا نچوڑ دنیا کے رموز اور زندگی کے آداب اپنی کتب میں مدوّن فرمادیے ہیں۔لہٰذا ان کی دہرائی کیلئے شیخ سلسلہ باباجان نے بھائیوں سے مطالعہ کتب کی سفارش اور پلان مرتب فرمایا ہے۔اس مطالعہ کے شیڈول کو یقینی بناتے ہوئے عمل کریں۔

مھینہ	کتب
دسمبر 2014	تعمیر ملت
جنوری 2015	چراغ راہ
فروری 2015	طریقت توحید یہ اور حقیقت وحدت الوجود
مارچ 2015	مقصود حیات

دعائے مغفرت

شیخ سلسلہ جناب باباجان محمد یعقوب صاحب کی خالہ زاد بہن

ڈرگ روڈ کراچی سے پیر بھائی رانا غلام یٰسین سابق وارنٹ آفیسر

فیصل آباد کے خادم حلقہ محمد صادق صاحب کے بڑے بھائی

گوجرانوالہ کے خادم حلقہ محمد ریاض کے ماموں معراج دین کھوکھر

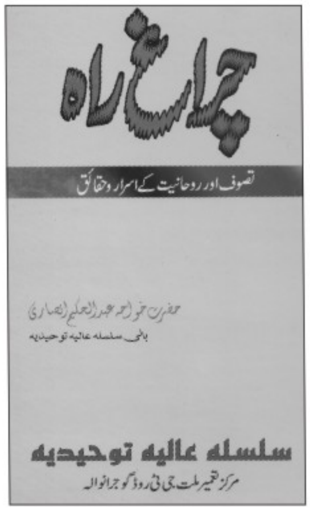
بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

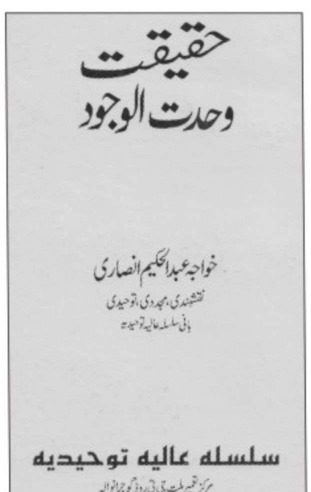
مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعافرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

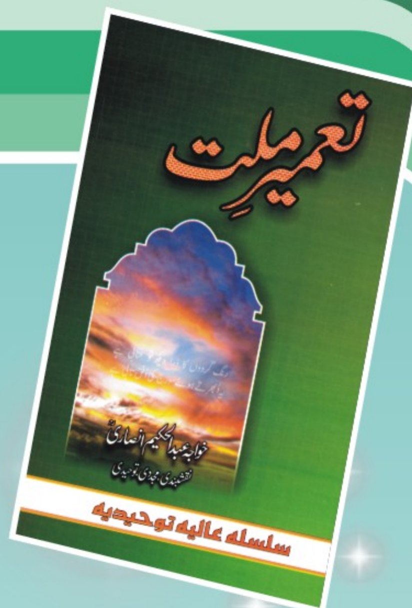
کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



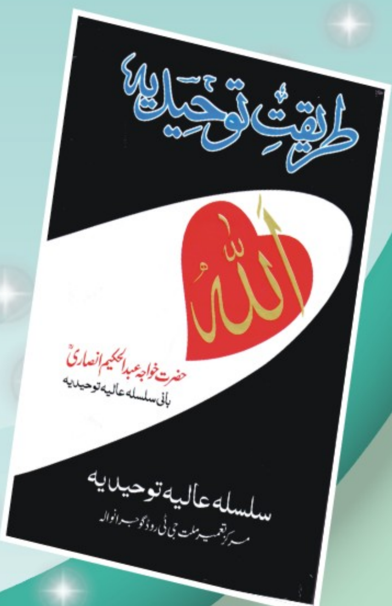
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔



مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com